اللّٰہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب
الحمد للہ علی احسانہ کہ درین ایام میمنت التیام کتاب لاجواب تازہ نتائج افکار عالی ہمم *
سلک مروارید
ترجمہ
عقد الجید
من تصنیف عالم نبیل فاضل جلیل آیۃ من آیات
تصحیح تام و تنقیح مالاکلام باہتمام جناب مولوی حافظ محمد عبد الاحد صاحب ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۰ھ
در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

دیباچہ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الوحید الفرید الذی ہو یبدء و یعید والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المحمود الحمید الذی اتباعہ وحبہ للمؤمنین زینۃ وتفاخر کعقد الجید وعلی آلہ واصحابہ واشیاعہ الذین نالوا اقصی المراتب من التوحید وعلی علماء امتہ الذین شادوا للعوام اساس التقلید۔ لیکونوا علی بصیرۃ من امر دینہم واحتیاط عزیز سالم یجالفوا فی ذلک السنۃ المحکمۃ والقرآن المجید **بعد** اسکے احقر زمن **محمد احسن** صدیقی نانوتوی ارباب بینش کی خدمت مین عرض کرتا ہے کہ پہلے اس سے حسب فرمایش عزیز از جان مولوی عبد الاحد سلمہ الصمد کے رسالہ انصاف فی بیان سبب الاختلاف مؤلفہ آیۃ من آیات اللہ حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ زبان اردو مین کیا گیا تھا اُسکے بعد عزیز موصوف نے دوسرے رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید کے ترجمہ کی استدعا کی بپاس خاطر اُن کے اس کا ترجمہ بھی کیا گیا اور نام اس ترجمہ کا **سلک مروارید** رکھا یہان ایک بات قابل گذارش ہے کہ جن لوگون نے تحریر جناب شاہ صاحب قدس سرہ پر نظر ڈالی ہے اُن پر منکشف ہوگا کہ حضرت ممدوح کو عبارت متین لکھنے کا ملکہ راسخہ ہے اور ہر ایک جملہ مضمون نقل و دل ادا کر رہا ہے ایسی عبارت دقیق کا ترجمہ تحت لفظا کارآمد نہین اسلیئے کہ غرض ترجمہ سے مطلب کا سمجھنا ہے اور مشکل عبارت کے ترجمہ کا مطلب بہت سی باتون کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے۔ **اول** ضمیرون اور اشارات کے مشتبہ ہونیکی صورت مین مرجع اور مشار الیہ کا بیان کرنا **دوم** تقدیم تاخیر کلمات کیوجہ سے جو تعقید لفظی یا معنوی ہو اُسکو دور کرنا **سوم** مبتدا اور خبر مین یا فعل اور فاعل مین یا شرط وجزا مین یا معطوف اور معطوف علیہ مین یا کسی اور لازم وملزوم مین اگر فاصلہ اجنبی پڑ جاے اُسکو رفع کرنا **چہارم**

بعض مواقع مین اسم مظہر کو ضمیر کے جگہہ رکھنا **پنجم** عبارت قصہ طلب مین اُس قصہ کو ذکر کرنا **ششم** اگر تلمیح آیہ اور حدیث کی طرف ہو تو اُس آیہ یا حدیث کو بیان کرنا **ہفتم** بعض جا مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق **ہشتم** مجمل اور مبہم کی تفسیر کرنا **نہم** اگر ترکیب کلام غور طلب ہو تو اُسکو بیان کرنا **دہم** محذوف اور مقدر کا ذکر کر دینا - **یازدہم** محاورہ اردو کے لحاظ سے الفاظ کو مقدم و مؤخر کرنا **دوازدہم** مضامین مختلفہ کو ایک دوسرے سے جدا کرنا - اور اسی طرح کی بیسیون باتون سے مطلب سمجھ مین آتا ہے ترجمہ تحت لفظ مین اکثر باتین ان مین سے نہین ہوسکتین سو بحمد اللہ ہمنے ان سب باتون کو ملحوظ رکھا ہے اور مشکل عبارات اور تلمیحات کو حواشی سے واضح کیا ہے اور عبارت عربیہ کو صفحہ کے داہنی طرف اور ترجمہ کو بائین طرف لکھا ہے اور عبارت عربی کو اپنی دانست مین کئی نسخون قلمی اور مطبوع سے صحیح کیا ہے اور نشان ضمائر اور رموز عطف وصفت تعلق بھی جا بجا کر دئے کہ عربی عبارت کا سمجھنا بھی آسان ہو جاوے

اب قطعہ تاریخ ختم ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے

قطعہ

فضل اور توفیق یزدانی سے عقد الجید کا	جانفشانی سے کیا جب مین نے پورا ترجمہ
مصرعہ تاریخ کا ہاتف نے احسن ہے کہا	سلک مروارید ہے دیکھا یہ زیبا ترجمہ

۱۳۰۹ھ

اُمید ناظرین انصاف پسند سے یہ ہے کہ بعد ملاحظہ ترجمہ کے دعاء خیر سے یاد فرما دین اور سہو و خطا کو معاف کرین و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین + + +

سنہ ۱۳۰۹ ہجری

فقط

دیباچہ مترجم

…م اللہ الرحمٰن الرحیم

…صلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد المحمود الحمید الذی اتباعہ وحبہ للمؤمنین
…یامہ الذین نالوا اقصی المراتب من التوحید وعلی علماء امتہ الذین
…میرۃ من امرہم واحتیاط مزید مالہم یجا الفوائی ذلک السنۃ الحکمۃ
…حسن صدیقی نانوتوی ارباب بینش کی خدمت مین عرض
…یز از جان مولوی عبد الاحد سلمہ الصمد کے رسالہ انصاف
…ت اللہ حضرت شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ
…و نے دوسرے رسالہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید
…ے اس کا ترجمہ بھی کیا گیا اور نام اس ترجمہ کا سلک مروارید
…کہ جن لوگون نے تحریر جناب شاہ صاحب قدس سرہ پر نظر ڈالی
…رت متین لکھنے کا ملکہ راسخہ ہے اور ہر ایک جملہ مضمون باقل
…یہ تحت لفظ کارآمد نہین اسلیئے کہ غرض ترجمہ سے مطلب کا
…ب بہت سی باتون کی توضیح سے معلوم ہوتا ہے۔ **اول**
…ت مین مرجع اور مشار الیہ کا بیان کرنا **دوم** تقدیم و تاخیر
…دور کرنا **سوم** مبتدا اور خبر مین یا فعل اور فاعل مین یا شرط
…لازم و ملزوم مین اگر فاصلہ اجنبی پڑجاے اسکو رفع کرنا **چہارم**

بعض مواقع مین اسم مظہر کو مضمر کے جگہہ رکھنا **پنجم** عبارت قصہ طلب مین اُس قصہ کو ذکر کرنا **ششم** اگر تلمیح آیہ اور حدیث کی طرف ہو تو اُس آیہ یا حدیث کو بیان کرنا **ہفتم** بعض جا مطلق کو مقید کرنا اور مقید کو مطلق **ہشتم** مجمل اور مبہم کی تفسیر کرنا **نہم** اگر ترکیب کلام غور طلب ہو تو اسکو بیان کرنا **دہم** محذوف اور مقدر کا ذکر کر دینا۔ **یازدہم** محاورہ اردو کے لحاظ سے الفاظ کو مقدم و مؤخر کرنا **دوازدہم** مضامین مختلفہ کو ایک دوسرے سے جدا کرنا۔ اور اسی طرح کی بیسیون باتون سے مطلب سمجھ مین آتا ہے ترجمہ تحت لفظ مین اکثر باتین ان مین سے نہین ہو سکتین سو بحمد اللہ منھا ان سب باتون کو ملحوظ رکھاہے اور مشکل عبارات اور تلمیحات کو حواشی سے واضح کیا ہے اور عبارت عربیہ کو صفحہ کے داہنی طرف اور ترجمہ کو بائین طرف لکھاہے اور عبارت عربی کو اپنی دانست مین کئی نسخون قلمی اور مطبوع سے صحیح کیا ہے اور نشان ضمائر اور رموز عطف وصفت و تعلق بھی جا بجا کر دئیے کہ عربی عبارت کا سمجھنا بھی آسان ہو جاوے

اب قطعہ تاریخ ختم ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے

قطعہ

فضل اور توفیق یزدانی سے عقد الجید کا ۔۔۔ جانفشانی سے کیا جب مین نے پورا ترجمہ
مصرعہ تاریخ کا ہاتف نے احسن سے کہا ۔۔۔ سلک مروارید ہے دیکھا یہ زیبا ترجمہ

۱۳۰۹ھ

امید ناظرین انصاف پسند سے یہ ہے کہ بعد ملاحظہ ترجمہ کے دعاء خیر سے یاد فرما دین اور سہو و خطا کو معاف کرین و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالےٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین

سنہ ۱۳۰۹ ہجری

فقط

فہرست رسالۂ سلک مروارید ترجمہ عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید

تمت

عبارت عربی

بسم الله الرحمن الرحيم

…لله الذى بعث سيدنا محمد الى العرب و… عجم ليستضيئوا به فى الظلمات … ل بسببه معالى المقامات من كان اهل عوالى الهمم واشهد ان لا اله … الله وحده وان محمدا عبده و… وله الذى لا نبى بعده … الله تعالى عليه واله وصحبه وبارك وسلم

… فيقول العبد الضعيف المفتقر … رحمة ربه الكريم ولى الله بن عبد الرحيم … الله تعالى عما شانه

ترجمہ اُردو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفین اللہ کو سزاوار ہین جسنے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب اور عجم کی طرف بھیجا یعنی سب کا پیغمبر کیا تاکہ یہ لوگ اُن کے وجود سے جہالت کی تاریکیون مین نور حاصل کرین اور اُن کے فیض تعلیم کی وجہ سے بلند مقامون پر پہنچین جو لوگ کہ بلند حوصلے رکھتے ہون اور مین گواہی دیتا ہون اس بات کی کہ کوئی معبود برحق نہین سوائے خدا کے کہ وہ یکتا ہے اور اس بات کی کہ محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہین جن کے بعد کوئی پیغمبر نہین رحمت اور برکت اور سلام بھیجے اللہ تعالے اُنپر اور اُن کی اولاد اور اُن کے یارون پر۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے کہتا ہے بندۂ ناتوان محتاج اپنے پروردگار کریم کی رحمت کا ولی اللہ بن عبدالرحیم محفوظ رکھے اللہ تعالی اُس کو ان باتون سے جو اُس کو عیب لگا وین

واصلح باله وحاله وشانه هذه رسالة سمیتها

عقد الجید فی احکام الاجتهاد والتقلید

حملنی علی تحریرها سوال بعض الاصحاب عن مسائل مهمة فی ذلک الباب

باب فی بیان حقیقة الاجتهاد وشرطه واقسامه

حقیقة الاجتهاد علی مایفهم من کلام العلماء استفراغ الجهد فی ادراک الاحکام الشرعیة الفرعیة عن ادلتها التفصیلیة الراجعة کلیاتها الی اربعة اقسام الکتاب والسنة والاجماع والقیاس ویفهم من هذا انه اعم من ان یکون استفراغا فی ادراک حکم ما سبق التکلم فیه من العلماء السابقین اولا وافقهم فی ذلک اوخالف ومن ان یکون ذلک باعانة البعض فی التنبیه علی صور المسائل والتنبیه علی ماخذ الاحکام من الادلة التفصیلیة اوبغیر اعانة منه فما یظن فیمن کان موافقا لشیخه فی اکثر المسائل لکنه یعرف لکل حکم دلیلا ویطمئن قلبه بذلک الدلیل وهو علی بصیرة من امره انه لیس بمجتهد ظن فاسد وکذلک ما

اور درست فرماوے اُس کے دل اور حال اور کام کو کہ یہ ایک رسالہ ہے جسکا نام مین نے عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید رکھا مجکو اُس کے لکھنے کا باعث بعض یارون کا سوال ہوا جنھون نے مسائل ضروری اجتہاد و تقلید کے دریافت کیے۔

باب اول بیان مین اجتہاد کی تعریف اور اسکی شرط اور اقسام

اجتہاد کی تعریف جو کلام علما سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے کہ خوب محنت کرنا دریافت کرنے مین شریعت کے احکام فرعی کو اُنکی تفصیلی دلیلون سے جنکی کلیات کا آلہ چار قسم پر ہے یعنی کتاب و سنت اور اجماع اور قیاس (حاصل یہ کہ احکام فرعی کو ان چارون اصلون سے محنت کے ساتھہ نکالنے کا نام اجتہاد ہے) اور اس تعریف سے سمجھا جاتا ہے کہ اجتہاد اس سے عام ہے کہ محنت کا مل ایسے حکم کی معلوم کرنے مین ہوئی ہو جسمین علماء سلف کی گفتگو ہو چکی ہو یا نہوئی ہو اور محنت اس اجتہاد مین علماء سابق کا موافق ہوا ہو یا مخالف نیز اس سے عام ہے کہ یہ اجتہاد کسی کی اعانت سے ہوا ہو مثلاً کسی نے مسائل کی صورتون کو بتا دیا ہو اور ماخذ احکام دلائل تفصیلی سے اشارہ کر دیا ہو یا کسی کی اعانت نہو پھر اب جو گمان کیا جاوے ایسے شخص عالم کے حق مین جو اکثر مسائل مین اپنے امام سے موافق ہو لیکن اسکے ساتھہ ہر حکم کی دلیل جانتا ہو اور اس دلیل پر اسکا دل مطمئن ہو اور اپنے کام کو سمجھ بوجھ کر کرتا ہو کہ وہ مجتہد نہین ہی تو یہ گمان اُس شخص کے حق مین گمان فاسد ہے اور اسی طرح

یظن من ان المجتهد لا یوجد فی هذه الازمنة اعتمادا علی الظن الاول بناء فاسد علی فاسد

وشرطه انه لابد له ان یعرف من الکتاب والسنة ما یتعلق بالاحکام ومواقع الاجماع وشرائط القیاس وکیفیة النظر وعلم العربیة والناسخ والمنسوخ وحال الرواة ولا حاجة الی الکلام والفقه قال الغزالی انما یحصل الاجتهاد فی زماننا بممارسة الفقه وهی طریق تحصیل الدرایة فی هذا الزمان ولم یکن الطریق فی زمن الصحابة رض ذلک قلت هذا اشارة الی ان الاجتهاد المطلق المنتسب لایتم الا بمعرفة نصوص المجتهد المستقل وکذلک لابد للمستقل من معرفة کلام من مضی من الصحابة والتابعین وتبعهم فی ابواب الفقه هذا الذی ذکرناه من شرط الاجتهاد مبسوط فی کتب الاصول ولا باس ان یورد کلام البغوی فی هذا الموضع قال البغوی والمجتهد من جمع خمسة انواع من العلم علم کتاب الله عز وجل وعلم سنة رسول الله صلی الله علیه واله وسلم

یہ گمان کر بیٹھ کہ مجتہد اس زمانہ مین نہین پایا جاتا بلحاظ اعتماد کرنے کے گمان اول پر تو یہ گمان بناء فاسد بر فاسد ہے۔

اور اجتہاد کی شرط یہ ہی کہ اجتہاد والے کو ضرور ہی کہ قرآن و حدیث اسقدر جانتا ہو جو احکام سے متعلق ہے اور اجماع کے موقعون اور قیاس صحیح کی شرطون اور نظر کی کیفیت اور علم عربیت اور ناسخ اور منسوخ اور راویون کے حال سے واقف ہو اور اجتہاد مین علم کلام اور فقہ کی کچھ حاجت نہین لیکن امام غزالی رح نے کہا ہے کہ ہمارے زمانے مین اجتہاد بدون مشق فقہ کے حاصل نہین ہوتا اور مشق فقہ ہی فہم مسائل کے حاصل کرنے کا طریق اس زمانے مین ہے اور یہ طریق صحابہ رض کے وقت مین تھا مین کہتا ہون کہ غزالی کا قول اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اجتہاد مطلق منتسب جب پورا ہوتا ہے کہ تصریحات مجتہد مستقل پر منتسب کو واقفیت حاصل ہو اور اسیطرح مجتہد مستقل کے لئے ضرور ہی کہ سلف یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کے کلام سے فقہ کے ابواب مین واقف ہو اور یہ جو ہم نے اجتہاد کی شرط ذکر کی ہے اصول کی کتابون مین مشروح موجود ہی اور کچھ مضائقہ نہین کہ بغوی کا قول اسمقام مین یعنی بیان شرط اجتہاد مین ذکر کیا جاوے۔

بغوی نے کہا ہے کہ مجتہد وہ عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا حاوی ہو اول علم کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا دوم علم حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وعلم اقاويل علماء السلف من اجماعهم
واختلافهم وعلم اللغة وعلم القياس
وهو طريق استنباط الحكم عن الكتاب
والسنة اذا لم يجده صريحا في نص كتاب
اوسنة اواجماع فيجب ان يعلم من علم
الكتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل
والمفسر والخاص والعام والمحكم والمتشابه
والكراهة والتحريم والاباحة والندب
والوجوب ويعرف من السنة هذه الاشياء
ويعرف منها الصحيح والضعيف والمسند
والمرسل ويعرف ترتيب السنة على الكتاب
وترتيب الكتاب على السنة حتى لو وجد
حديثا لا يوافق ظاهره الكتاب
يهتدي الى وجه محمله فان السنة بيان
الكتاب ولا تخالفه وانما يجب معرفة
ما ورد منها في احكام الشرع دون ما عداها
من القصص والاخبار والمواعظ وكذلك
يجب ان يعرف من علم اللغة ما اتى
في كتاب او سنة في امور الاحكام دون
الاحاطة بجميع لغات العرب وينبغي
ان يتخرج فيها بحيث يقف على مرام كلام
العرب فيما يدل على المراد من اختلاف
المحال والاحوال

سوم علم علماء سلف کے اقوال کا کہ اُن کا اتفاق کس
قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں چہارم علم لغت
عربی کا پنجم علم قیاس کا اور قیاس طریقہ حکم کے نکالنے
کا قرآن اور حدیث سے ہے جس صورت میں کہ حکم مذکور صریح قرآن
یا حدیث یا اجماع کے نصوص میں مجتہد نہ پاوے (ا) اب ان پانچوں
علوم کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا
چاہیے (ا) تو قرآن کے علم میں سے اسپر ان باتوں کا جاننا واجب ہے
ناسخ اور منسوخ مجمل اور مفسر خاص اور عام محکم اور متشابہ
کراہت اور تحریم اباحت اور استحباب اور وجوب کا جاننا
اور حدیث میں سے ان اشیاء مذکورہ کا جاننا اور نیز صحیح حدیث
اور ضعیف و مسند اور مرسل کا جاننا اور حدیث کا مرتب
کرنا قرآن پر اور قرآن کا حدیث پر جاننا حتی کہ اگر کوئی ایسی
حدیث پائے جس کا ظاہر موافق قرآن کے نہو تو اُسکی
مطابقت کی صورت کا سُراغ لگا سکے کیونکہ حدیث بیان
قرآن مجید کا ہے مخالف قرآن نہیں کہ مطابقت نہو سکے
اور احادیث میں سے صرف اُن حدیثوں کا جاننا واجب ہے
جو شرعی احکام کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں نہ ان کے سوا کی
حدیثوں کا جاننا جنمیں حکایات اور اخبار اور نصائح مذکور
ہیں اسیطرح زبان عربی کے اُن الفاظ کا جاننا واجب ہے جو
قرآن خواہ حدیث کے احکامی امور میں واقع ہوئے ہیں
نہ یہ کہ کل لغت عربی کو جانے اور بہتر یہ ہے کہ لغت دانی میں اتنی
محنت کرے کہ عرب کے کلام کے مقصود سے واقف ہو جاوے اسطرح
کہ اختلاف مواقع اور حالات کیوجہ سے کلام مذکور کیا ہوتی

لان الخطاب ورد بلسان العرب فمن لم
يعرف لا يقف على مراد الشارع ويعرف
اقاويل الصحابة والتابعين في الاحكام
ومعظم فتاوى فقهاء الامة حتى لا يقع
حكمه مخالفا لاقوالهم فيكون فيه خرق
الاجماع واذا عرف من كل من هذه الانواع
معظمه فهو حينئذ مجتهد ولا يشترط
معرفة جميعها بحيث لا يشذ عنه شئ
منها واذا لم يعرف نوعا من هذه الانواع
فسبيله التقليد وان كان متبحرا في
مذهب واحد من آحاد ائمة السلف
فلا يجوز له تقلد القضاء ولا الترصد
للفتيا واذا جمع هذه العلوم وكان مجانبا
للاهواء والبدع متدرعا بالورع
محترزا عن الكبائر غير
مصر على الصغائر جاز له
ان يتقلد القضاء ويتصرف في
الشرع بالاجتهاد والفتوى
ويجب على من لم يجمع هذه
الشرائط تقليده فيما يعن
له من الحوادث

انتهى كلام البغوي

اسلیئے کہ خطاب شریعت عربی زبان میں وارد ہوا ہے
تو جو شخص عربی نجانیگا وہ شارع علیہ السلام کا مقصود
نہ پہچانیگا اور اقوال صحابہ اور تابعین میں سے اسقدر جانے
جو در باب احکام منقول ہیں اور بڑا حصہ اُن فتووں کا
جانے جو امت کے فقہاء نے دیئے ہوں تاکہ اُس کا حکم
مخالف سلف کے اقوال کے نہ پڑے ورنہ اس صورت میں
اجماع کی مخالفت ہوگی۔ اور جب ان پانچوں اقسام
کے علموں میں سے بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ شخص اس
وقت مجتہد ہوگا اور یہ شرط نہیں کہ سب علموں کو
بالکل جانتا ہو حتی کہ کوئی چیز اُن علوم کی اُس سے باقی
نہ رہے۔ اور اگر ان علوم پنجگانہ میں سے ایک قسم
سے بھی ناواقف ہو تو اُس کی سبیل دوسرے کی
تقلید کرنا ہے اگرچہ وہ شخص ایک مذہب میں کسی کے
ائمہ سلف میں سے ماہر کامل ہو تو ایسے شخص کو عہدہ
قضا اختیار کرنا اور فتویٰ دینے کا امیدوار رہنا درست
نہیں۔ اور جس صورت میں کہ ان پانچوں علوم کا جامع
اور خواہشوں نفسانی اور بدعتوں سے علٰحدہ ہو
اور ورع و تقویٰ کو شعار بنایا ہوا اور کبیرہ گناہوں
سے محترز ہو اور صغیرہ پر اصرار نہ رکھتا ہو تو اسکو قاضی
ہونا اور اپنے اجتہاد سے شرع میں تصرف کرنا جائز ہے
اور اُس شخص پر جو ان شرطوں کا جامع نہیں تقلید
کرنی شخص جامع کی واجب ہے اُن حادثوں میں کہ اسکو
پیش آویں تمام ہوا کلام بغوی کا۔

وقد صرح الرافعیُّ والنوویُّ وغیرهما ممّن لا یحصی کثرةً انّ المجتهدَ المطلقَ الّذی مرّ تفسیرُه علی قسمین مستقلّ ومنتسب ویظهر من کلامهم انّ المستقل یمتاز عن غیره بثلاث خصال احدها التصرف فی الاصول التی علیها بناء مجتهداته وثانیها تتبّع الآیاتِ والاحادیث والآثار لمعرفة الاحکام الّتی سُبِق بالجواب فیها واختیار بعض الادلّة المتعارضة علی بعض وبیان الراجح من محتملاته والتنبیه لماخذ الاحکام من تلک الادلة والّذی نری والله اعلم ان ذلک ثلثا علم الشافعیّ رحمة الله علیه والثالث الکلام فی المسائل التی لم یسبق بالجواب فیها اخذا من تلک الادلّة

والمنتسب من سلم اصول شیخه واستعان بکلامه کثیرا فی تتبّع الادلّة والتنبّه للماخذ وهو مع ذلک مُستیقنٌ بالاحکام من قِبَل ادلّتها قادر علی استنباط المسائل منها قلّ ذلک منه اوکثر وانما یشترط الامور المذکورة فی المجتهد المطلق

اور رافعی اور نووی اور ان دونون کے سوا اور ونے جو کثرت کے لحاظ سے شمار نہین ہوسکتے تصریح کی ہے کہ مجتہد مطلق جسکی تفسیر گذرچکی دو قسم ہے اول مستقل دوم منتسب اور عالمون کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجتہد مستقل دوسرون سے تین باتون مین ممتاز ہوتا ہی اول تصرف کرنا اُن قواعد مین جنپر اُسکے اجتہادی مسائل کی بنا ہے یعنی جن سے فقہی مسائل نکالے ہین۔ دوسرے تلاش کرنا آیات و احادیث و آثار کا اُن احکام کے پہچانے کو جنکا جواب پہلے ہو چکا ہے اور متعارض دلیلون مین سے کسی کو دوسری پر اختیار کر لینا اور اُسکے معانی جتنے ہوسکتے ہین اُن مین سے راجح کو بیان کر دینا اور اُن دلیلون مین سے احکام فقہی کے ماخذ پر مطلع ہونا۔ اور ہماری رائے مین واللہ اعلم یہ دوسری بات امام شافعی رح کے علم کی دو تہائی ہے۔ تیسری بات مجتہد مستقل کی جواب دینا ہے اُن مسائل مین جنکا جواب پہلے نہین ہوا اُنہین دلیلون سے نکالکر جنسے پہلون نے نکالا۔

اور مجتہد منتسب یعنی منسوب مستقل وہ ہی جو اپنے استاد کے قواعد کو تسلیم کرے اور اُسکے کلام سے اکثر مدد لے دلیلون کی تلاش اور ماخذ کی واقفیت مین اور باین ہمہ وہ احکام فقہی پر یقین رکھتا ہو بلحاظ اُنکی دلائل کے اور اُن دلائل سے مسائل نکالنے پر قادر ہو خواہ یہ استنباط اُس سے کم سرزد ہو یا زیادہ اور یہ امور مذکورہ صرف مجتہد مطلق کے اندر شرط ہین کہ مجتہد مطلق وہی ہوگا جسمین یہ امور پائے جاوین

واما الذی هو دونه فی المرتبة فهو مجتهد فی المذهب وهو مقلد لامامه فیما ظهر فیه نصّه لکنّه یعرف قواعدَ امامه وما بنی علیه مذهبه فاذا وقعت حادثة لم یعرف لامامه فیها نصًّا اجتهد فیها علی مذهبه وخرّجها من اقواله وعلی منواله ودونه فی المرتبة مجتهد الفتیا وهو المتبحّر فی مذهب امامه المتمکن من ترجیح قول علی اٰخر ووجه من وجوه الاصحاب علی اٰخر

والله اعلم

باب ۲ فی بیان اختلاف المجتهدین

اختلفوا فی تصویب المجتهدین فی المسائلِ الفرعیة الّتی لا قاطعَ فیها هل کلُّ مجتهدٍ فیها مصیبٌ او المصیبُ فیها واحدٌ وقال بالاوّل الشیخ ابو الحسن الاشعری والقاضی ابو بکر وابو یوسف ومحمد بن الحسن وابن شریح ونُقِل عن جمهور المتکلمین من الاشاعرة والمعتزلة فی کتاب الخراج لابی یوسف اشارات الی ذلک تقارب التصریح

اور جو عالم کہ مجتہد منتسب سے مرتبہ مین کم ہو وہ مجتہد فی المذہب ہی ایسا شخص اپنے امام کی تقلید کرتا ہی اُن مسائل مین جنکے اندر تصریح امام کی ظاہر ہو لیکن وہ اپنے امام کے قواعد کو اور اُن باتون کو جن پر امام نے اپنا مذہب مبنی کیا ہی جانتا ہے تو جب کوئی واقعہ ایسا پیش آتا ہے کہ اُسکے باب مین اپنے امام کا صریح قول نہین جانتا تو اُس مین امام کے مذہب کے طور پر اجتہاد کرکے اُس کے اقوال سے اور اُسی کے ڈھنگ پر اُس واقعہ کا حکم نکالتا ہی اور جو عالم مجتہد فی المذہب سے بھی رتبہ مین کم ہو وہ مجتہد فی الفتوٰے ہی ایسا شخص اپنے امام کے مذہب سے واقف کامل ہوتا ہے اور ایک قول کو دوسرے پر اور ایک صورت کو امام کے شاگردون کی صورتون مین سے دوسری پر ترجیح دے سکتا ہے واللہ اعلم

باب دوم بیان مین مجتہدون کے اختلاف کے کہ انکے کسی حکم مین علما نے اختلاف کیا ہے دو مجتہدون کے حکم کے صواب کہنے مین دربارہ اُن مسائل فرعی کے جن مین حکم قطعی نہین اور اختلاف اسی طرح ہے کہ آیا ہر مجتہد اس مسئلہ کے حکم بیان کرنے مین صواب پر ہی یا صواب پر صرف ایک ہے دونون کے بر صواب ہونیکے قائل یہ لوگ ہین شیخ ابو الحسن اشعری اور قاضی ابو بکر اور ابو یوسف اور محمد بن حسن اور ابن شریح اور اشعری متکلون کے جمہور اور نیز معتزلہ سے بھی منقول ہی اور ابو یوسف کی کتاب خراج مین چند اشارے اسکی طرف ہین جو قریب تصریح کے ہین۔

وبالثانی قال جمهور الفقهاء ونقل عن الائمة الاربعة وقال ابن السمعانی فی القواطع انه ظاهر مذهب الشافعی قال البیضاوی فی المنهاج اختلف فی صواب المجتهدین بناءً علی الخلاف فی ان لکل صورة حکما معینا علیه دلیل قطعی او ظنی والمختار ما صح عن الشافعی ان فی الحادثة حکما معینا علیه امارة من وجدها اصاب ومن فقدها اخطأ ولم یأثم لان الاجتهاد مسبوق بالادلة لانه طلبها والدلالة متاخرة عن الحکم فلو تحقق الاجتهادان لاجتمع النقیضان ولانه قال علیه الصلوٰة والسلام من اصاب فله اجران ومن اخطأ فله اجر واحد قیل لو تعین الحکم فالمخالف له لم یحکم بما انزل الله فیفسق لقوله تعالیٰ ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون قلنا امر بالحکم بما ظنه وان اخطأ الحکم بما انزل الله

اور صرف ایک مجتہد کے برصواب ہونیکے قائل جمہور فقہا ہین اور یہی منقول ہو چارون اماموں سے اور ابن سمعانی نے کتاب قواطع مین کہا ہو کہ یہ ظاہر مذہب امام شافعی رح کا ہو۔
بیضاوی نے منہاج مین بیان کیا ہو کہ دو مجتہدون کے برصواب ہونے کا اختلاف اس خلاف پر مبنی ہے کہ ہر مسئلہ مین ایک حکم معین ہوتا ہو جسپر کوئی دلیل قطعی یا ظنی ہوتی ہو اور مختار وہ قول ہو کہ امام شافعی سے پایہ صحت کو پہونچا ہو کہ ہر حادثہ مین ایک حکم معین ہوتا ہو جسپر ایک پتہ اور نشان ہوتا ہو جو مجتہد وہ نشان جان لیتا ہو وہ صواب کو پہونچتا ہو اور جو اُس پتہ کو نہین پاتا وہ چوک جاتا ہو اور گناہ گار نہین ہوتا کیونکہ دلائل اجتہاد سے پہلے ہوتی ہین اسلیئے کہ اجتہاد طلب دلائل کا نام ہو اور دلالت حکم سے پیچھے ہو۔ اور چوکنا اسوجہ سے ہو کہ اگر دونون اجتہاد درست ٹھہرین تو اجتماع دو نقیضون کا ہوگا کہ دونون حکم مخالف یکدگر ہین اور ایک وجہ گناہ گار نہونے مجتہد خطا کار کی یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مجتہد صواب کو پہونچیگا اُسکو دو ثواب ہونگے اور جو چوک جایگا اُسکو ایک ثواب ہوگا۔ گناہ گار نہونے پر یہ اعتراض کیا گیا ہو کہ جب حکم ہر مسئلہ کا معین ہوا تو اُسکا مخالف خدا تعالیٰ کے اُتارے کے بموجب حکم نکریگا اور اسوجہ سے بدکار ٹھہریگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون اسکا جواب ہم کہتے ہین کہ مجتہد خطا کار نے حکم اُسی بات کا کیا جسکو صواب گمان کیا اگرچہ حکم دینے مین اللہ تعالیٰ کے اُتارے کے بموجب چوک گیا۔

قیل لو لم یصوب الجمیع لما جاز نصب المخالف وقد نصب ابو بکر رضی زیدا قلنا لم یجز تولیة المبطل والمخطیٔ لیس بمبطل

انتهیٰ

کلام البیضاوی

قوله لکل صورة حکم الخ قلنا حکم علی الغیب بلا دلیل قولہ ما صح عن الشافعی ان فی الحادثة الخ قلنا معناه فی کل حادثة قول هو اوفق بالاصول واقعد فی طرق الاجتهاد علیه امارة ظاهرة من دلائل الاجتهاد من وجدها اصاب ومن فقدها فقد اخطأ ولم یأثم وذلك لانه نص فی اوائل الام بان العالم اذا قال للعالم اخطأت فمعناه اخطأت المسلك الشدید الذی ینبغی للعلماء ان تسلکوه

ایک اعتراض اور کیا گیا ہے ایک مجتہد کے برصواب ہونے پر کہ اگر سب مجتہدون کو برصواب کہا جاوے تو مجتہد مخالف کا حاکم مقرر کرنا درست نہو حالانکہ حضرت ابو بکر صدیق رضہ نے زید رضہ کو باوجود مخالفت اجتہادی حاکم مقرر کیا تھا اس کا جواب ہم یہ کہتے ہین کہ والی کرنا اُس مخالف کا درست نہین جو باطل پر ہو اور مجتہد خطاکار باطل پر نہین ہوتا تمام ہوا کلام بیضاوی کا۔
یہ جو بیضاوی نے کہا کہ ہر واقعہ کے لیئے ایک حکم معین ہو آخر تک تو ہم کہتے ہین کہ یہ قول امر غیب بلا وجہ حکم لگانا ہے اور یہ جو اپنے قول کی تائید مین امام شافعی کا قول نقل کیا ہے کہ ہر واقعہ مین ایک حکم معین ہوتا ہے الخ تو ہم کہتے ہین کہ معنے قول شافعی کے یہ ہین کہ ہر واقعہ مین ایک قول ایسا ہوتا ہے کہ اصول سے موافق تر اور اجتہاد کے طریقون مین سے چسپان تر ہوتا ہے جس پر ظاہری علامت اجتہادی کے دلائل سے ہوتی ہے جو کوئی اُس علامت کو پالیتا ہے وہ صواب پر ہوتا ہے اور جسکو وہ نہین ملتی وہ چوکتا ہو اور یہ معنی ہم نے اسلیئے بیان کیئے کہ خود امام شافعی نے کتاب ام کے شروع مین تصریح کی ہے کہ جب ایک عالم دوسرے کو کہے کہ تو نے خطا کی تو اُسکے یہ معنی ہین کہ تو اُس راہ راست کو چوک گیا جس کا چلنا عالمون کی شان کے مناسب ہو۔

وبسط ذلك ومثله بامثالٍ كثيرةٍ
او معناه اذا كان فى المسئلةِ
خبر الواحد فقد اصاب من وجده
واخطأ من فقده وهذا ايضاً
مبسوط فى الام قوله لان الاجتهاد
مسبوق الى اخره قلنا تعبدنا الله
تعالى بان نعمل ما يؤدى اليه اجتهادنا
فنطلب الذى نعلمه اجمالا لنحيط
به تفصيلا قوله لاجتمع النقيضان
قلنا هو كخصال الكفارة كل
واحد منها واجب وليس بواجب قوله
من اصاب فله اجران قلنا
هذا عليكم لا لكم
لان الخطأ الذى يوجب
الاجر لا يكون معصية
فلا بد ان يكون حكمين
لله تعالى
احدهما افضل من
الاخر كالعزيمة
والرخصة او هذا فى
القضاء ولا بد ان المتحقق
فى الخارج اما قول
المدعى او المنكر

اور اس مضمون کو خوب تفصیل سے بیان کیا ہے اور انکی
بہت مثالیں دی ہین۔ یا معنی قول شافعی کے یہ ہین کہ جب
واقعہ مین خبر واحد ہوتی ہے تو جس مجتہد کو وہ ملجاتی ہے تو
صواب کو پہونچتا ہے اور جسکو نہین ملتی وہ چوک جاتا ہے
یہ مضمون بھی کتاب ام مین مشروح موجود ہے۔ اور
جو بیضاوی نے دلیل عقلی نفی گناہ کی بیان کی کہ دلائل
سے پہلے ہوتی ہین آخر تک ہم دلیل عقلی سہل تر کہتے ہین
اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیئے عبادت یہ مقرر فرمائی ہے کہ ہم
عمل پر کاربند ہون جسپر ہمارا اجتہاد پہونچا دے تو ہم جس بات
کو مجملا جانتے ہین اسکی جستجو کرتے ہین اس غرض سے
انکا علم مفصل حاصل کرین۔ اور یہ جو کہا کہ دونون اجتہاد
برصواب ہونیسے نقیضین جمع ہوجائین گی اسکے جواب
ہم کہتے ہین کہ جمع نہون گی بلکہ یہ صورت کفارہ کی چیزون
کی طرح ہے کہ ہر ایک انمین سے واجب ہے اور واجب نہین
۔ اور دلیل نقلی جو حدیث بیان کی کہ جو مجتہد صواب پر ہو
اس کو دو ثواب ہین اور ہر خطا والے کو ایک تو ہم کہتے
ہین کہ یہ دلیل تمہارے مطلب کی مضر ہے تمکو مفید نہین
کیونکہ ایسی خطا جو موجب ثواب ہو معصیت نہوگی
غرضکہ ضرور ہوا کہ دونون اجتہادون کے حکم خدا تعالیٰ
کیلئے ہون کہ ایک انمین سے بہ نسبت دوسرے کی افضل ہو
جیسے عزیمت فضل ہوتی ہے رخصت سے یا یہ کہو کہ ایک حکم
برصواب اور دوسرا مخالف ہو تا قاضی کے حکم کرنیکے لحاظ سے
ہو اور خارج میں تو ضرور ہے کہ ثابت مدعی کا قول ہوگا یا

قوله امر بالحكم بما ظنه
الخ قلنا اعتراف بمقصودنا
قوله والمخطئ ليس بمبطل
قلنا لم يكن مخالفا
للحق لان كل مخالف للحق
مبطل وماذا بعد الحق الا الضلال
والحق ان ما نسب الى الائمة
الاربعة قول مخرج من
بعض تصريحاتهم وليس نصا
منهم وانه لا اختلاف للامة
فى تصويب المجتهدين
فيما خير فيه نصا او اجماعا
كالقرأات السبع وصيغ
الادعية والوتر بسبع
وتسع واحدى عشرة
فكذلك لا ينبغى ان يخالفوا فيما
خير فيه دلالة ✦
والحق ان الاختلاف اربعة
اقسام احدها ما تعين فيه
الحق قطعا ويجب ان ينقض خلافه
لانه باطل يقينا وثانيها ما تعين
فيه الحق بغالب الرأى وخلافه
باطل ظنا وثالثها ما

اور یہ جو کہا کہ مجتہد نے حکم دیا اس بات کا جس کو
صواب گمان کیا آخر تک ہم کہتے ہین کہ یہ ہمارے
مقصود کا اقرار ہے (ہم بھی اسیوجہ سے اسکو مخالف
حق نہین کہتے) اور یہ جو کہا کہ خطاکار باطل والا نہین
ہوتا ہم کہتے ہین کہ جب وہ باطل پر نہوا تو مخالف حق نہ ٹھرا
اسلیئے ہر ایک مخالف حق باطل پر ہوتا ہے اور حق کے بعد
سوا گمراہی کے اور کیا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جو قول ائمہ چارگانہ
کی طرف منسوب ہے یعنی ایک مجتہد کا برصواب ہے نا یہ قول
ان کی بعض تصریحات سے نکالا ہوا ہے ان سے کوئی بیان
منصوص اس باب مین نہین اور یہ بھی حق ہے کہ ساری امت
کو دونون مجتہدون کے برصواب کہنے مین کچھ خلاف نہین
جس مسئلہ مین کہ نص یا اجماع کی روسے مکلف کو اختیار
دیا گیا ہو مثلا ساتون قراتین قرآن کی اور الفاظ
دعاؤن کے اور نماز وتر پڑھنا سات اور نو اور
گیارہ رکعتون سے کہ سب صواب پر ہین تو اسی طرح
مناسب نہین کہ علما رامت اس مسئلہ مین خلاف
کرین جس مین اختیار دلالت کی روسے دیا گیا ہو۔
اور حق یہ ہے کہ اختلاف کی چار قسمین ہین
ایک وہ جسمین حق یقینی ایک ہی ہو اس صورتین
اس کے خلاف کو توڑنا واجب ہے کیونکہ وہ یقیناً
باطل ہے۔ دوم وہ جس مین حق ظن غالب کی
روسے متعین ہو اس صورت مین اسکا خلاف ظن
غالب کی روسے باطل ہوگا۔ قسم سوم وہ ہے

كان كلا طرفي الخلاف مخيرا
فيه بالقطع ورابعها ما كان كلا
طرفي الخلاف مخيرا فيه بغالب الرأي
وتفصيل ذلك انه ان كانت
المسئلة مما ينقض فيها قضاء القاضي
بان يكون فيها نص صحيح معروف
من النبي صلى الله عليه وآله وسلم
فكل اجتهاد خلافه فهو باطل نعم
ربما يعذر بجهل نصه صلى الله عليه
وآله وسلم الى ان يبلغ وتقوم الحجة
وان كان اجتهاده في معرفة
واقعة قد وقعت ثم اشتبه الحال
مثل موت زيد وحياته فلا جرم
ان الحق واحد نعم ربما يعذر المخطئ
باجتهاده وان كان الاجتهاد في امر
فوض الى تحري المجتهد وكان
المأخذان متقاربين وليس واحد
منهما بعيدا من الاذهان جدا بحيث
يرى ان صاحبه مقصر قد خرج من عرف
الناس وعاداتهم فالمجتهدان مصيبان مثل
رجلين قيل لكل واحد منهما اعط كل فقير وجدته
درهما من مالي قال كيف اعرف انه فقير قيل اذا
اجتهدت في تتبع قرائن الفقر ثم تأدى اليها انه فقير

كه خلاف كى دونوں طرفوں میں مكلف كو يقينا اختيار ديا
گيا ہو۔ چہارم وہ ہے كه خلاف كى دونوں طرفونمیں مكلف
كو ظن غالب كى روسے اختيار ديا گيا ہو۔ اور مفصل بيان
ان چاروں قسموں كا يه ہے كه اگر مسئله خلافى ايسا ہو جسمیں
حكم حاكم شرع ٹوٹتا ہو اسطرح كه اُس مسئله میں حديث
صحيح معروف پيغمبر صلى الله عليه وسلم سے ہو تو جو اجتہاد
خلاف اُس حديث كے ہوگا وہ باطل ہے ہاں بعض اوقات
مجتہد كو معذور جانا جائيگا بوجه نجاننے حديث منصوص
آنحضرت صلى الله عليه وسلم كے یہاں تك كه وہ حديث
پہونچے اور حجت قائم ہو۔ اور اگر اجتہاد ايك ايسے واقعه
كے معلوم كرنے میں ہو جو ہو چكا ہے پھر اسمیں شك پڑگيا
مثلا زيد كے مرنے اور جينے میں تو ضرور ہے كه حق اس
صورت میں ايك ہی ہوگا مگر خطاكار كو اُس كے اجتہاد
میں معذور ركھا جائيگا۔ اور اگر اجتہاد ايسے معامله میں ہو
كه مجتہد كى اٹكل پر اس كو ركھا ہو اور دونوں مجتہدوں
كے حكم كے ماخذ قريب يكدگر ہوں كوئى اُنمیں سے نہايت
دور ذہنوں سے نہو كه اُس ماخذ والے كو قصوروار سمجھیں
كه لوگوں كى عرف اور عادت سے باہر ہوگيا ہو تو اس صورتمیں
دونوں مجتہد بر صواب ہونگے مثلا دو شخصوں میں سے ہر ايك
سے كسى نے يه كہا كه جو فقير تو پاوے اسكو ميرے مال میں سے
ايك درم ديدينا مامور نے كہا كه میں كيسے جانونگا كه وہ فقير
ہے اُس سے يه كہديا گيا كه جب تو فقيرى كے قرينونكى تلاش
میں اجتہاد و كوشش كرے پھر تجكو يقين ہو جاوے كه وہ فقير ہے

فاعطه فاختلفا في رجل قال احدهما
هو فقير وقال الآخر لا والمأخذان
متقاربان بان يسوغ الاخذ بهما
فهما مصيبان لانه ما ادار الحكم
الا على من يقع في تحريه انه فقير
وقد وقع في تحريه ذلك من غير
تقصير ظاهر بخلاف ما اذا اعطى
تاجرا كبيرا له خدم وحشم
فان القائل بفقره يعد مقصرا و
لا يسوغ الاخذ بالشبهة التي ذهب
اليها فههنا مقامان احدهما انه فقير
في الحقيقة ام لا ولا شبهة ان الحق
فيه واحد وان النقيضين لا يجتمعان
والثاني ان من اعطى غير الفقير
على ظن فقره هل هو مطيع ام لا
ولا شبهة انه مطيع نعم
من وافق ظنه الحقيقة
قد نال حظا وافرا وان
كان الاجتهاد
في اختيار ما خير
فيه كاحرف
القرآن وصيغ الادعية
وكذا امثا

تو اُس كو ديدينا اب دونوں شخصوں كو ايك مرد كے
باب میں اختلاف پڑا كه ايك نے كہا وہ فقير ہے اور
دوسرے نے كہا كه فقير نہيں اور دونوں كے قول كے
ماخذ ذہن سے قريب ہيں كه ہر ايك پر عمل كرنا گنجايش
ركھتا ہے تو اس صورت میں دونوں صواب پر ہونگے
اسليئے كه آمر نے حكم دينے كا اُسى شخص كو كيا تھا كه مامور كى
اٹكل میں آوے كه وہ فقير ہے اور اسكى اٹكل میں يہى
آيا بدون كسى ظاہرى قصور كے بخلاف اُس صورت
كے كه كسى بڑے سوداگر نوكر چاكر ركھنے والے كو ديكر
كہے كه فقير كو ديا كيونكه ايسے سوداگر كو فقير كہنے والا تقصيروار
كہا جائيگا اور جس شبه كيطرف وہ مائل ہوا ہے اسپر عمل كرنا درست
نہيں غرضكه یہاں ان دونوں كا اختلاف دو طرحپر متصور
ہے اول يه كه واقع میں وہ شخص فقير ہے يا نہيں اس طرح
كے اختلاف میں تو بے شبهه ايك ہی حق ہوگا اور دو
نقيضين جمع نہونگى اور دوم يه كه جس شخص نے
غير فقير كو فقير سمجھكر ديا آيا اُس نے آمر كے حكم كى اطاعت
كى يا نہيں اور اُس میں شك نہيں كه وہ مطيع ہے
ہاں دونوں ماموروں میں سے جس كا گمان موافق
واقع كے ہوگا اسكو بہت بہرہ ثواب كا مليگا۔
اور اگر اختلاف اجتہاد ايسى بات كے اختيار كرنے میں
ہو جس میں شرعا اختيار ديا گيا ہو كه جونسى چاہيں
اختيار كريں مثلا قرآن مجيد كے الفاظ ساتوں قراءتوں
كے اور دعاؤں كے كلمات اور ايسے ہی وہ امور كه

فعله النبي صلى الله عليه واله وسلم على
وجوه تسهيلا على الناس مع كونها
كلها حاوية لاصل المصلحة
فالمجتهدان مصيبان فهذا
كله بين لا ينبغي لاحد ان يتوقف فيه
ومواضع الاختلاف بين الفقهاء
معظمها امور احدها ان يكون
واحد قد بلغه الحديث والاخر
لم يبلغه والمصيب ههنا متعين
والثاني ان يكون عند كل
واحد احاديث واثار متخالفة وقد
اجتهد في تطبيق بعضها ببعض او
ترجيح بعضها على بعض فادى اجتهاده
الى حكم فجاء اختلاف من هذا القبيل
والثالث ان يختلفوا في تفسير الالفاظ المستعملة
وحدودها الجامعة المانعة او معرفة
اركان الشيء وشروطه من قبيل الذكر والحد او تخريج
المناط او صدق ما وصف وصفا عاما على هذه
الصورة الخاصة او انطباق الكلية على جزئياتها
ونحو ذلك فادى اجتهاد كل واحد الى مذهب
والرابع ان يختلفوا في المسائل الاصولية فيتفرع
عليه الاختلاف في الفروع والمجتهدان في هذه
الاقسام مصيبان اذا كان ماخذهما

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگون پر سہل کرنے
لیئے کئی طرح پر کیئے ہین باوجودیکہ ہر ایک انمین
اصل مصلحت کو حاوی ہے تو ایسے اختلاف مین دونو
مجتہد صواب پر ہین اور یہ سب تقریر صاف ظاہر ہے
کسی کو مناسب نہین کہ اس مین تامل کرے۔
اور فقہا مین اختلاف کے بڑے بڑے مقام کئی امر ہین
اول یہ کہ ایک مجتہد کو حدیث پہونچی اور دوسرے کو نہ پہونچی
تو ایسی صورت مین صواب پر ہونیوالا متعین ہے یعنے جسکو
حدیث ملی ہے وہی صواب پر ہے۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک مجتہد
کے پاس حدیثین اور آثار مختلف ہین اُسنے بعض کو بعض
سے مطابق کرلینے یا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے مین اجتہاد
کیا اور اُسکے اجتہاد نے ایک حکم خاص لگانیکی نوبت
پہنچائی تو ہر مجتہد کے حکم کا اختلاف اس قسم کا پیدا ہوا
اور تیسرے یہ کہ اختلاف الفاظ مستعملہ کی تفسیر مین ہو
اُنکے حدود جامع افراد اور مانع دخول غیر مین یا چیز کے ارکان
اور شرطون کی شناخت مین مثلاً ذکر کرنے اور محذوف
کرنے اور مناط نکال لینے یا جو چیز کہ وصف عام سے موصوف
ہو اُس کے صادق آنے مین اس صورت خاص پر یا کلیہ کے
منطبق ہونے مین اپنی جزئیات پر یا کسی اور ایسی ہی بات مین
اختلاف ہوا اور ہر مجتہد کا اجتہاد اس طرح سے کوئی مذہب
نکالے۔ اور چوتھی یہ صورت ہے کہ مسائل اصولی مین اختلاف
کرین اور اُس سے فروع مین اختلاف نکلے تو ان سب قسمون مین
دونون مجتہد صواب پر ہوتے ہین بشرطیکہ دونون کے ماخذ

متقاربين بالمعنى الذي ذكرنا
والعنوان المسائل المذكورة في كتب
اصول الفقه على قسمين قسم
هو من باب تتبع لغة العرب
كالخاص والعام والنص والظاهر
ومثله كمثل قول النحوي هذا الاسم
نكرة وذلك معرفة وهذا
علم وذلك اسم جنس والفاعل
مرفوع والمفعول منصوب وليس
في هذا القسم كثير اختلاف وقسم
هو من باب تقريب الذهن الى
ما يفعله العاقل بسليقته تفصيله
انك اذا القيت الى عاقل كتابا عتيقا
قد تغير بعض حروفه وامرته بقراءته
فانه لابد اذا اشتبه عليه شيء يتتبع
القرائن ويتحرى الصواب وربما
يختلف عاقلان في مثل ذلك
واذا عرض للعاقل طريقان
كيف يتتبع الدلائل ويتفحص
عن المصالح ويختار
الارجح والاقل شرا فكذلك
الاوائل لما ورد عليهم
احاديث مختلفة

قریب قریب ہون ان معنون کے اعتبار سے کہ ہم نے
ذکر کئے ہین یعنی ذہن مین بآسانی آسکین بعید از عقل نہون
اور حق یہ ہے کہ جو مسائل اصول فقہ کی کتابون مین
مذکور ہین دو قسم کے ہین ایک قسم تو وہ ہین کہ الفاظ
عربی کی کیفیات کی جنس سے ہین جیسے خاص
اور عام اور نص اور ظاہر اور مثل اس کی جیسے
نحودان کا کہنا کہ یہ اسم نکرہ ہے اور وہ معرفہ ہے
اور یہ چیز کا نام ہے اور وہ اسم جنس ہے اور فاعل
عبارت مین مرفوع ہوتا ہے اور مفعول منصوب ہوتا ہے
اور اس قسم کے مسائل مین بہت اختلاف نہین ہوتا
اور ایک قسم اس جنس کے مسائل ہین کہ ذہن کو
ایسے کام کے قریب کرین کہ عاقل اس کو اپنے سلیقہ
سے کرے اسکی تفصیل یہ ہے کہ تم اگر کسی عاقل کے سامنے
کوئی پرانی کتاب رکھو جسکے بعض حروف بگڑگئے ہون
اور اسکو اس کتاب کے پڑھنے کو کہو تو ضرور ہے کہ جب
اس عاقل پر کوئی لفظ مشتبہ ہوگا تو وہ قرینون کی
دیکھ بھال کرکے لفظ درست پڑھنا چاہیگا اور بعض
اوقات اس جیسی بات مین دو عاقل مختلف ہونگے
اور جب عاقل کے سامنے دو راہ نمودار ہوتے ہین تو
وہ کیسے دلائل کی دیکھ بھال کرکے مصلحتون کی
تلاش کرتا ہے اور انجام کو وہ راہ اختیار کرتا ہے
جو راجح تر اور بدی مین کم ہو تو اسی طرح پہلے
علما پر جب حدیثین مختلف کسی باب مین وارد ہوئین

اجالوا قداح نظرهم فی ذلك فافضی
اجتهادهم الی الحکم علی بعضها
بالنسخ وتطبیق بعضها ببعض وترجیح
بعضها علی بعض وکذلك لما ورد
علیهم مسائل لم یکن السلف تکلموا
فیها اخذ والنظیر بالنظیر واستنبطو
العلل وبالجملة فکانت لهم
صنائع اذ فعوا الیها بسلیقتهم
المخلوقة فیهم کما یندفع العاقل
فی امر یعرض له فاراد قوم ان یدونوا
صنائعهم التی ذکروها مفصلة
فی کتبهم او اشاروا الیها فی ضمن کلامهم
او خرجت من مسائلهم وان لم یذکروها
وتلقت عقول الخلف اکثر
صنائعهم بالقبول لما جبلوا علیه من
السلیقة فی مثل ذلك ثم صارت
امورا مسلمة
فیما
بینهم

وعلی قیاس ذلك لما افرغ اجتهادهم فی روایة
الحدیث ومعرفة الصحیح من السقیم و
المستفیض من الغریب ومعرفة
احوال الرواة جرحا وتعدیلا

تو اُنہون نے اُن مین بہت غور سے نظر کی اور اُنکے
اجتہاد نے بعض احادیث پر نوبت منسوخ ہونیکا حکم
لگانے کی پہونچائی اور بعض کو بعض سے مطابق کرنے
اور کسی کو دوسری پر ترجیح دینے کی۔ اور اسی طرح
جب اُن کے سامنے ایسے مسائل آئے کہ سلف نے
اُنمین کچھ نہ کہا تھا تو اُنھون نے اُن کی نظیر کا حکم اُنپر
لگایا اور دونون نظیرون مین علتین حکم کی نکالین
اور حاصل یہ کہ اُنکے پاس ایسی تدبیرین تھین جن کی
طرف انھون نے اپنے سرشتی سلیقہ سے توجہ کی
جیسے عاقل آدمی کسی معاملہ مین جو اُس کو پیش آتا ہی
توجہ کرکے تدبیر نکالتا ہے۔ پھر کچھ لوگون نے ارادہ کیا
کہ اُن کی اُن تدابیر کو خوب واضح بیان کرین جنکا
ذکر اُنھون نے اپنی کتابون مین تفصیل وار کیا
ہے یا اپنے کلام کے اثنا مین اُن کی طرف اشارہ
کیا ہے یا اُن کے مسائل سے نکالی گئی ہین اگرچہ اُنھون
نے اُن کو بیان نہین کیا۔ اور خلف کی عقلون نے
اُنکی اکثر تدبیرون کو مان لیا اسلیئے کہ اس جیسی بات
مین اُن کی سرشت اسی سلیقہ پر تھی پھر یہ تدابیر
سب فقہا مین تسلیم کیئے ہوئے امر ٹھہر گئے

اور اسی قیاس پر جب علما سلف نے اپنی کوشش
کامل کی حدیث کے روایات کرنے اور صحیح کو معلول
سے اور مشہور کو غریب سے پہچاننے مین اور راویون کے
حالات سچے ہونے اور مطعون ہونے کے معلوم کرنے مین

وکتابة کتب الحدیث وتصحیحها جروا فی
تلك المیادین بسلیقتهم المخلوقة فی
عقولهم ثم جاء اقوام آخرون فا
جعلوا صنائعهم تلك کلیات
مدونة

وههنا فائدة جلیلة هی ان من شروط
العمل بمثل هذه المقدمات الکلیة ان لا
یکون الصورة الجزئیة التی یقع فیها
الکلام مما سبق عن العقلاء فیها ضد
حکم الکلیات لانه کثیرا ما یکون هناك
قرائن خاصة تفید غیر حکم الکلیات
واصل الجدل هو اتباع الکلیات واثبات
حکم قد قضی العقل الصراح بخلافه لخصوص
المقام کما اذا رایت حجرا وایقنت انه
حجر فجاء الجدلی فقال الشیٔ انما یعرف
باللون والشکل ونحوهما وهذه الصورة
قد تتشابه الاشیاء فیها فنقض ذلك
الیقین بامر کلی ولا یعلم
المسکین ان الیقین
الحاصل فی هذه الصورة
الخاصة اکبر من اتباع الکلیات
فایاك ان یغرك اقوالهم
عن صریح السنة

اور حدیث کی کتابون کے لکھنے اور اُن کے صحیح کرنے مین
تو اُنہون نے ان میدانون مین اپنے اس سلیقہ سے
قدم رکھا جو اُن کی عقلون مین پیدا کیا گیا تھا۔
پھر اور بہت سے لوگ آئے اور اُن کی اُن تدبیرون کو
قواعد کلیہ ٹھہرا کر قلم بند کیا۔

اور یہان ایک بڑے کام کی بات ہے وہ یہ ہے کہ ایک
شرط ان جیسے کلی مقدمات پر عمل کرنے کی
یہ ہی کہ وہ صورت خاص جس مین گفتگو واقع ہو اُن
صورتونمین سے نہو جن مین عقلا سلف حکم مخالف
ان کلیات کے دیکھچکے ہون کیونکہ اکثر صورت
متنازعہ مین بعض خاص قرینے ایسے ہوتے ہین کہ
جنسے حکم کلیات کے مخالف نکلتا ہے اور جھگڑے
کی بنا یہی ہے کہ کلیات کے درپے ہو کر ایسا حکم
ثابت کرنا کہ عقل خالص مقام کی خصوصیت کی
وجہ سے اُس کے خلاف حکم دیکھچکی ہو مثلا تم کوئی
پتھر دیکھو اور یقین کرلو کہ یہ پتھر ہے پھر کوئی جھگڑالو
آوے اور تقریر کرے کہ چیز کو رنگ اور ڈھنگ وغیرہ
سے پہچانتے ہین اور اس ظاہری صورت مین تو
بہت سی چیزین ایک دوسری سے مشابہ ہین غرضکہ
تمہارے یقین کو ایک امر کلی سے بزعم خود توڑتا ہی
اور بیچارہ یہ نہین جانتا کہ جو یقین اس صورت خاص
مین ہوچکا ہی وہ کلیات کے درپے ہونیسے بڑھکر ہی تو تم خبردار
رہنا کہین اُن کے اقوال صریح حدیث سے تمکو دھوکا نہ دین

والاختلاف فی هذا القسم راجع الی التحری وسکون القلب وبالجملة فالاختلاف فی اکثر اصول الفقه راجع الی التحری واطمینان القلب بمشاهدة القرائن وقد اشار النبی صلی الله علیه وآله وسلم الی ان التکلیف راجع الی ما یؤدی الیه التحری فی مواضع من کلامه منها قوله صلی الله علیه وسلم فطرکم یوم تفطرون واضحاکم یوم تضحون قال الخطابی معنی الحدیث ان الخطأ موضوع عن الناس فیما کان سبیله الاجتهاد فلو ان قوما اجتهدوا فلم یروا الهلال الا بعد الثلثین فلم یفطروا حتی استوفوا العدد ثم ثبت عنده ان الشهر کان تسعا وعشرین فان صومهم وفطرهم ماض ولا شیء علیهم من وزر او عتب وکذلک فی الحج اذا اخطؤا یوم عرفة فانه لیس علیهم اعادته ویجزئهم افعالهم ذلک وانما هذا تخفیف من الله سبحانه ورفق بعباده ومنها قوله الحاکم اذا اجتهد فاصاب فله اجران واذا اجتهد فاخطأ فله اجر

اور اس قسم مین اختلاف کرینکا آل اٹکل اور دل کی تسلی پر ہی اور حاصل یہ ہی کہ اکثر اصول فقہ مین اختلاف کا انجام قرائن کے دیکھنے سے اٹکل اور دل کے اطمینان پر پہونچتا ہی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے چند جگہون مین اپنے کلام مبارک سے اشارہ فرمایا ہی کہ حکم شرع اسی طرف ڈھلتا ہی جدھر آدمی کی اٹکل پہونچا دے اُن جگہون مین سے ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے افطار کا دن وہ ہے جس دن افطار کرتے ہو اور تمہاری قربانی اسی روز ہے کہ تم قربانی کرتے ہو خطابی نے کہا کہ اس حدیث کے یہ معنی ہین کہ لوگون کا خطا کرنا ایسے مسائل مین جنکا مدار کوشش اور محنت پر ہی معاف ہی مثلاً اگر ایک قوم نے عید فطر کے چاند دیکھنے مین محنت کی اور تیس دن کے بعد ہی دیکھا یعنی افطار نہ کیا یہانتک کہ تیس روزہ پورے رکھے پھر اُن کو ثابت ہوا کہ ماہ رمضان اُنتیس دن کا تھا تو انکا روزہ اور افطار درست ہوا اور اُن پر کچھ گناہ یا عتاب نہین اور اسی طرح حج مین اگر عرفہ کا روز چوک جائین تو اُن پر دوبارہ حج کرنا لازم نہین اور وہی افعال حج جو کر چکے کافی ہونگے اور یہ بات صرف خدائے پاک کی طرف سے تخفیف اور نرمی ہی اُس کے بندون پر اور اُن مواضع مین سے ایک یہ ارشاد ہی کہ حاکم جب اجتہاد کرے اور صواب کو پہونچے تو اُس کو دو ثواب ہین اور جب اجتہاد کرے اور چوک جائے تو اُس کو ایک ثواب ہی۔

وکل من استقرأ نصوص الشارع وفتاواه حصل عنده قاعدة کلیة وهی ان الشارع قد ضبط انواع البر من الوضوء والغسل والصلوة والزکوة والصوم والحج وغیرها مما اجمعت الملل علیه بانحاء الضبط فشرع لها ارکانا وشروطا وآدابا ووضع لها مکروهات ومفسدات وجوابر واسبغ القول فی هذا احوج الاسباغ ثم لم یبحث عن تلک الارکان وغیرها بحد وجامعة مانعة کثیر بحث وکلما سئل عن احکام جزئیة تتعلق بتلک الارکان والشروط وغیرها احالها علی ما یفهمون فی نفوسهم من الالفاظ المستعملة وارشدهم الی رد الجزئیات نحو الکلیات ولم یزد علی ذلک اللهم الا فی مسائل قلیلة لاسباب طارئة من لجاج القوم ونحوه فشرع غسل الاعضاء الاربعة فی الوضوء ثم لم یحد الغسل بحد جامع مانع یعرف به ان الدلک داخل فی حقیقته ام لا وان اسالة الماء داخلة فیها ام لا

اور جو کوئی شارع علیہ السلام کے حکمون اور فتوونکو خوب جستجو کرے تو اُس کو ایک قاعدہ کلیہ مل جاوے اور وہ یہ ہی کہ شارع علیہ السلام نے نیکی کے سب اقسام یعنی وضو اور غسل اور نماز اور زکوۃ اور روزہ اور حج وغیرہ کو جن پر اسلامی ملتون کا اتفاق ہی طرح طرح سے ضبط فرمایا مثلاً اُن کے ارکان اور شرطین اور قواعد مقرر کیے اور اُن کے لیے مکروہات اور مفسدات اور نقصان کے پورا کرنے والی چیزین ٹھرائین اور اس باب مین ارشاد کو کامل فرمایا جیسا کمال کہ چاہیے تھا پھر بھی اُن ارکان وغیرہ کی تعریفون جامع اور مانع سے بہت بحث نہین کی — اور جب کبھی آپ سے حال احکام جزئی کا جو متعلق اُن ارکان و شروط وغیرہ سے ہوتے پوچھا جاتا تو آپ اُن احکام کو اُن الفاظ مستعملہ پر حوالہ کرتے جن کو وہ لوگ اپنے جی مین سمجھتے تھے اور اُن کو جزئی باتونکو کلیات پر منطبق کرنا بتا دیتے اور اس پر کبھی زیادہ نہ کرتے مگر ہان تھوڑے مسئلون مین اس بات عارضی یعنی قوم کے اصرار وغیرہ کی وجہ سے کچھ زائد بھی فرمایا ہی۔ مثلاً وضو مین آپ نے دھونا چار اعضا کا مشروع تو فرمایا مگر دھونے کی تعریف جامع اور مانع ایسی نہین فرمائی جس سے معلوم ہو کہ ملنا اعضا کا دھونے کی ماہیت مین داخل ہی یا نہین اور پانی کا بہانا اُسکی حقیقت مین ہے یا نہین

ولم يقسم الماء الى مطلق ومقيد ولم
يبين احكام البير والغدير ونحوهما
وهذه المسائل كلها كثيرة الوقوع
لا يتصور عدم وقوعها فى زمانه صلى
الله عليه واله وسلم ولما سأله
السائل فى قصة بير بضاعة وحديث
القلتين لم يزد على الرد الى ما يفهمونه
من اللفظ ويعتادونه فيما بينهم ولهذا
المعنى قال سفيان الثوري ما وجدنا
فى امر الماء الا سعة ولما سألته امرأة
عن الثوب يصيبه دم الحيضة لم يزد
على ان قال حتيه ثم اقرصيه ثم
انضحيه ثم صلى فيه فلم يات باكثر
مما عندهم وامر باستقبال القبلة
ولم يعلمنا طريق معرفة القبلة وقد
كانت الصحابة يسافرون ويجتهدون فى
امر القبلة وكانت لهم حاجة شديدة الى معرفة
طريق الاجتهاد فهذا كله لتفويضه
مثل ذلك الى رأيهم وهكذا اكثر فتاواه
صلى الله عليه واله وسلم
كما لا يخفى على منصف لبيب
وقد فهمنا من تتبع احكامه
انه راعى فى ترك التعمق

اور نہ پانی کی تقسیم فرمائی کہ مطلق ہو یا مقید اور نہ
کنوئین اور تالاب اور ان جیسے اور پانیون کے
احکام بیان فرمائے حالانکہ یہ مسائل اکثر واقع ہوتے
ہین اور خیال مین نہین آتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ مین یہ مسائل واقع نہوئے ہون۔
اور جب سائل نے آپسے قصہ بیر بضاعہ اور قلتین مین
پانی کا حال پوچھا تو آپ نے زیادہ نفرمایا انھین لفظون
سے جوابدیا جنکو وہ لوگ سمجھتے تھے اور آپس مین انکے
خوگر تھے اور اسی وجہ سے سفیان ثوری نے کہا ہے کہ
ہم نے پانی کے معاملہ مین وسعت ہی پائی۔ اور جب ایک
عورت نے آپسے حال اس کپڑے کا پوچھا جسپر حیض کا
خون لگجائے تو آپنے اتنا ہی فرمایا کہ اول کھرچدے پھر
کپڑے کو ملڈال پھر دھولے پھر اس سے نماز پڑھلے غرض
جسقدر ان لوگون کو معلوم تھا اس سے زیادہ کچھ نفرمایا
اور آپ نے قبلہ کیطرف موبنہ کرنیکا نماز مین حکم فرمایا
اور ہمکو قبلہ کے پہچاننے کا طور نہ سکھایا حالانکہ صحابہ
سفر کرتے رہتے تھے اور قبلہ کے معاملہ مین دقت اٹھاتے
تھے اور اس دشواری کے طریق معلوم کرنیکی انکو سخت
حاجت تھی تو ان سب امور کی وجہ یہ تھی کہ آپنے ایسی
باتین انھین لوگون کی رائے پر حوالہ کر رکھی تھین اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر فتوونکا حال ایسا ہی ہے
جیسا کہ منصف عاقل پر پوشیدہ نہین۔ اور ہمنے آپکے احکام
کی تلاش سے یہ سمجھا ہے کہ آپ نے تہ کی باتین چھوڑنے

وعدم الاكثار من وجوه الضبط
مصلحة عظيمة وهى ان هذه المسائل
ترجع الى حقائق تستعمل فى العرف
على اجمالها ولا يعرف حدها الجامع المانع
الا بعسر فربما يحتاج عند اقامة الحد
الى التمييز بين المشكلين باحكام
وضوابط يحرجون باقامتها ثم ان
ضبطت وفسرت لا يمكن تفسيرها
الا بحقائق مثلها وهلم جرا فيتسلسل
الامر او يقف فى بعض ما هنالك
الى التفويض على رأى المبتلى به
والحقائق الاخرى ليست باحق من
الاولى فى التفويض الى المبتلين
فلاجل هذه المصلحة
فوض الحقائق اول مرة
الى رأيهم ولم يشدد فيما
يختلفون حين كان الاختلاف
فى امر فوض اليهم ولهم فى
ذلك مساغ فلم يعنف على
عمرو بن العاص فيما فهم من
قوله تعالى ولا تلقوا بايديكم الى التهلكة
من جواز التيمم للجنب اذا خاف
على نفسه من البرد

اور اقسام ضبط کو زیادہ بیان نہ کرنے مین ایک
بڑی مصلحت ملحوظ فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان
مسائل کا مآل ایسی حقیقتین ہین جو عرف مین مجمل
مستعمل ہین اور اُن کی تعریف جامع و مانع
بدون دشواری کے معلوم نہین ہوتی اور بعض
اوقات تعریف بیان کرتے وقت دو مشکل حقیقتون
مین جدائی کرنے کے لئے ضرورت ایسے احکام و قوعد
کی ہوتی ہے کہ اُن کے بیان کرنے مین لوگ تنگ ہوتے
ہین پھر اگر اُن حقائق کو ضبط اور تفسیر بھی کیا جائے
تو اُن کی تفسیر ہو نہین سکتی مگر انھین جیسے مجمل
حقیقتون سے اور اسی طرح لیے جاؤ تو معاملہ تفسیر
حقائق کا مسلسل ہو جائیگا کہین نہین ٹھریگا یا بعض
صورتون مین مامور کی رائے پر حوالہ کر دینے سے
ٹھریگا حالانکہ یہ صورتین ماموزین کی رائے پر سپرد کر دینے
کے باب مین بہ نسبت پہلی صورتون کے زیادہ شایان
نہین ہین تو اسی مصلحت کیوجہ سے آپنے حقائق کو اول
ہی سے مامورون کی رائے پر حوالہ کر دیا اور خلافی مسائل
مین کسی پر تشدد نہین کیا درصورتیکہ اختلاف اُس
مسئلہ مین ہوا جو اُن کی رائے پر مفوض تھا اور نیز اُس
مین اختلاف کی گنجائش بھی تھی مثلاً آپنے عمرو
بن عاص پر سرزنش نہ فرمائی اُن کے سمجھنے پر اس
آیت سے ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ یہ مضمون کہ تیمم کرنا
ناپاک کو درست ہے جبکہ سردی کے مارے جانکا خوف کرے

ولم یعنف علی عمر بن الخطاب فیما فہم
من تاویل او لامستم النساء انه فی
لمس المرأة لا الجنابة فبقیت مسئلة
الجنب غیر مذکورة فینبغی ان لا یتیمم
الجنب اصلا اخرج النسائی عن
طارق ان رجلا اجنب فلم یصل
فاتی النبی صلی الله علیه و اله
واصحابه وسلم فذکر ذلك له فقال
اصبت فاجنب رجل فتیمم وصلی فاتاه
فقال نحو ما قال للاخر یعنی اصبت
انتہی ولم یعنف علی احد ممن اخر
صلوة العصر او اداها فی وقتها حین
کانوا جمیعا علی تاویل من قوله لا تصلوا
العصر الا فی بنی قریظة وبالجملة فمن
احاط بجوانب الکلام علم انه
صلی الله علیه واله وسلم
فوض الامر فی تلك الحقائق
المستعملة فی العرف
علی اجمالها وکذا فی تطبیق
بعضها ببعض الی افہامهم ونظیره
تفویض الفقهاء کثیرا
من الاحکام الی تحری
المبتلی به وعاداته

اور نہ حضرت عمر بن خطاب کو کچھ برا کہا اس مضمون کے
سمجھنے پر آیہ او لامستم النساء سے کہ یہ حکم تیمم کا عورت
کے چھونے کے باب مین ہے نہ جنابت کے باب مین غرضکہ
مسئلہ تیمم ناپاک شخص کا اُن کے نزدیک بے ذکر رہ گیا تو
چاہیے کہ جنب آدمی ہرگز تیمم نہ کرے۔ نسائی نے طارق
بن شہاب سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص جنب ہوگیا اُسلیے
نماز نہ پڑھی یعنی تیمم نہ کیا وہ بحضور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم
حاضر ہوا اور یہ ماجرا آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ نے
فرمایا کہ تونے اچھا کیا پھر ایک شخص ناپاک ہوا اُس نے
تیمم کرکے نماز ادا کرلی اور حاضر آپ کی خدمت مین ہوا
آپ نے اُس کو بھی ایسا ہی فرمایا جیسا اول شخص کو فرمایا
تھا یعنے تونے اچھا کیا نسائی کا بیان تمام ہوا۔ اور نہ
کسیکو اُن لوگون مین سے برا کہا جنھون نے نماز عصر
مین تاخیر کی یا اُس کو وقت کے اندر اثنار راہ مین ادا کیا
کیونکہ ہر ایک فرقہ نے آپکے اس ارشاد کے کہ نماز عصر
مت پڑھنا مگر بنی قریظہ مین پہونچکر ایک معنی سمجھ لیئے
تھے غرضکہ جو کوئی آپکے کلام پاک کے پہلوون کو خوب
دیکھے تو وہ جان لیگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن
حقائق کے باب مین جو عرف مین مجمل مستعمل ہوتی ہین اور
نیز اُنہین سے بعض حقائق کو بعض سے مطابق کرنیمین معاملہ
کو اُن لوگون کی سمجھ پر حوالہ فرمایا ہے۔ اور اس حوالہ فرمانے
کی نظیر فقہا کا حوالہ کرنا ہے اکثر احکام کو مامور مکلف
کی اٹکل اور عادت پر اور اس صورت مین

فلا یعنف احد من المختلفین عنده هو
وایضا ما اجمعت الامة من
الاجتهاد فی القبلة عند الغیم وترك
العنف علی واحد فیما ادی تحریه الیه
ونظیر هذه المصلحة ما ذکره
اهل المناظرة من الاصطلاح
علی ترك البحث عن مقدمات
الدلائل لئلا یلزم انتشار البحث
فمن عرف هذه المسئلة کما هی
علم ان اکثر صور الاجتهاد
یکون الحق فیها دائرا فی
جانبی الاختلاف وان فی الامر
سعة وان الیبس علی شیء واحد
والجزم بنفی المخالف لیس بشیء وان
استنباط حدودها ان کان
من باب تقریب الذهن الی ما یفهمه
کل احد من اهل اللسان فاعانة علی العلم وان
کان بعیدا من الاذهان وتمیزا
للمشکل بمقدمات مخترعة فعسی
ان تکون شیءا جدیدا وان الصحیح ما قاله الامام
عز الدین بن عبد السلام ولقد افلح من
قام بما اجمعوا علی وجوبه
واجتنب ما اجمعوا علی تحریمه

کچھ سرزنش نہین اختلاف کرنیوالون مین کسی پر اُنکے
نزدیک بھی۔ اور نیز اس حوالہ کی نظیر وہ مسئلہ ہے
جس پر امت کا اتفاق ہے یعنے کوشش کرنا قبلہ کے
باب مین ابر کے وقت اور کسی کو برا نکہنا اُس سمت کے
اختیار کرنے مین جدھر اُنکی اٹکل قائم ہوئی۔
اور نظیر اس مصلحت کی وہ ہے جو اہل مناظرہ نے
اصطلاح بیان کی ہے کہ دلائل کے مقدمات پر بحث
نہ کیجائے تاکہ بحث کی پریشانی لازم نہ آوے۔
تو جو کوئی اس مسئلہ کی ماہیت جون کی تون جان
لیگا اُس کو یہ امور معلوم ہوجائین گے اول یہ کہ اجتہاد
کی اکثر صورتون مین امر حق اختلاف کے دونون جانب
کے اندر دائر رہتا ہے۔ دوم یہ کہ دین کے معاملہ مین
وسعت ہے تنگی نہین۔ سوم یہ کہ ایک چیز پر جم جانا
اور مخالف کی نفی کا یقین کرنا کچھ بات نہین۔
چہارم یہ کہ حقائق کی تعریفون کو نکالنا اگر اس قسم
سے ہے کہ ذہن کے قریب ہوجائین سب اہل زبان
اُن کو سمجھ لین تو یہ علم پر مدد کرتا ہے اور اگر اُن کا بیان
ذہنون سے دور اور دو مشکل باتون کی امتیاز اپنے بنے
گڑھے ہوئے مقدمون سے ہو تو یہ ایک نئی شریعت ہوگی
یعنی قابل التفات نہین۔ پنجم یہ کہ صحیح وہ قول ہے جو امام
عز الدین بن عبد السلام نے کہا ہے کہ نجات پائی ایسے شخص
نے جسنے وہ عمل کیا جسکے وجوب پر علمانے اتفاق کیا ہے
اور اُس چیز سے احتراز کیا جسکی حرمت پر اُنکا اتفاق ہے

واستباح ما اجمعوا على اباحته وفعل
ما اجمعوا على استحبابه واجتنب
ما اجمعوا على كراهته ومن اخذ
بما اختلفوا فيه فله حالان احدهما
ان يكون المختلف فيه مما ينقض الحكم
به فهذا لا سبيل الى التقليد فيه
لانه خطأ محض وما حكم فيه
بالنقض الا لكونه خطأ بعيدا
من نفس الشرع ومأخذه ورعاية
حكمه الثانية ان يكون مما
لا ينقض الحكم به فلا بأس بفعله
ولا بتركه اذا قلد فيه بعض العلماء
لان الناس لم يزالوا على ذلك
يسألون من اتفق من العلماء
من غير تقييد بمذهب ولا انكار على
احد من السائلين الى ان ظهرت هذه
المذاهب ومتعصبوها من المقلدين
فان احدهم يتبع امامه مع بعد
مذهبه عن الادلة مقلدا له
فيما قال فكانه نبي ارسل اليه
وهذا نائي عن الحق وبعيد عن الصواب لا يرضى
به احد من اولي الالباب انتهى وقال من قلد اماما
من الائمة ثم اراد تقليد غيره فهل له ذلك فيه خلاف

اور مباح جانا اُس شے کو جسکی اباحت پر علمانے اتفاق کیا
اور وہ کام کیا جسکے مستحب ہونے پر سبنے اجماع کیا اور کنارہ
کیا اُس فعل سے جسکے مکروہ ہونے پر علما متفق ہین اور جس نے
ایسی چیز کو اختیار کیا جس مین علما اختلاف رکھتے ہین تو اُسکی
دو حال ہین ایک یہ کہ مختلف فیہ اُن مین سے ہو جسنے حکم حاکم
شرع ٹوٹتا ہو تو اس قسم کے مختلف فیہ مین تقلید کی کوئی
صورت نہین کیونکہ وہ نری خطا ہی اور حکم شرع اُسمین اسی لیے
ٹوٹا کہ وہ ایسی خطا ہی کہ نفس شریعت اور اُسکے ماخذ اور اُسکے
حکم کی رعایت سے بعید ہی۔ دوسرا حال یہ ہی کہ مختلف فیہ
ایسی چیز نہین ہی جس سے حکم شرع ٹوٹتا ہو تو ایسے مختلف
فیہ کے کرنیکا کچھ مضائقہ نہین نہ اُس کے ترک مین کھٹکا
بشرطیکہ اُس مین کسی عالم کی تقلید کرے کیونکہ آدمی ہمیشہ
سے یہی کرتے رہے کہ علما مین جو ملگیا اُس سے دریافت
کر لیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور بدون انکار کے
سائلون مین سے کسی پر یہانتک کہ یہ مذاہب اور اُن کے
متعصب پیدا ہوئے کہ اُنمین سے ایک اپنے امام کی پیروی کرتا ہی
باوجودیکہ اسکا مذہب دلائل سے دور ہی مگر وہ امام کے قول مین
اُسکی تقلید کرتا ہی گویا امام ایک پیغمبر مرسل ہی اور یہ تعصب حق
اور صواب سے بعید ہی کوئی اہل عقل میں سے اس سے راضی
نہین تمام ہوا مقولہ عزالدین بن عبدالسلام کا۔ اور نیز
اُنھون نے کہا کہ جو شخص چارون امامون مین سے ایک امام کا
مقلد ہو پھر دوسرے امام کی تقلید کرنی چاہے تو یہ امر اُسکو درست
ہی یا نہین اسمین علما کا اختلاف ہی۔

والمختار التفصيل فان كان المذهب الذي
اراد الانتقال اليه مما ينقض فيه الحكم
فليس له الانتقال الى حكم يجب
نقضه فانه لم يجب نقضه الا لبطلانه
وان كان المأخذان متقاربين
جاز التقليد والانتقال لان الناس
لم يزالوا من زمن الصحابة الى ان
ظهرت المذاهب الاربعة يقلدون
من اتفق من العلماء من غير
نكير من احد يعتبر انكاره ولو كان
ذلك باطلا لانكروه
والله اعلم بالصواب

انتهى

واذا تحقق عندك ما بيناه علمت
ان كل حكم يتكلم
فيه المجتهد باجتهاده منسوب الى
صاحب الشرع عليه الصلوات
والتسليمات اما الى لفظه او
الى علة مأخوذة من لفظه
واذا كان الامر على ذلك ففي
كل اجتهاد مقامان احدهما ان صاحب الشرع هل
اراد بكلامه هذا المعنى او غيره وهل
جعل هذه العلة مدارا في نفسه

اور قول مختار اس باب مین تفصیل ہی اسطرح
کہ اگر وہ مذہب جسکی طرف جانا چاہتا ہے اُن
مذاہب مین سے ہے جن مین حکم توڑا جاتا ہے یعنی
اُن کا حکم توڑنے کے قابل ہے تو اُس شخص کو ایسے حکم
کی طرف جانا درست نہین جس کا توڑنا واجب ہے کیونکہ
اُس کا توڑنا اسی لیئے واجب ہوا کہ وہ حکم باطل ہی اور
اگر دونون مذہب کے ماخذ قریب قریب ہین تو تقلید کرنا
کی اور جانا دوسرے کیطرف درست ہے کیونکہ سلف کے
لوگ صحابہ کے وقت سے تا ظہور چارون مذاہب کے ہمیشہ
اُن علما کی تقلید کرتے رہے جو اُن کو ملتے اس امر پر
کسی ایسے شخص نے انکار نہین کیا جسکے انکار کا اعتبار
ہو اور اگر یہ بات باطل ہوتی تو بیشک انکار کرتے واللہ
اعلم بالصواب تمام ہوا کلام عزالدین بن عبدالسلام کا
اور جب تمہاری نزدیک ثابت ہوگا جو کچھ کہ ہم نے
بیان کیا ہے تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ جس حکم مین
مجتہد اپنے اجتہاد سے گفتگو کرتا ہے وہ شارع علیہ
الصلوات والتسلیمات کیطرف منسوب ہوتا ہے خواہ
آپ کے الفاظ مبارک کیطرف یا اُس علت کیطرف
جو آپ کے الفاظ سے لی گئی ہے اور جب معاملہ
اس طرح پر ہے تو ہر ایک اجتہاد مین دو مقام
قابل لحاظ ہین۔ اول یہ کہ شارع علیہ السلام نے
آیا اپنے کلام پاک سے یہی معنے مراد لیئے ہین یا دوسرے
معنی اور آیا آپ نے اسی علت کو اپنے دل مین مدار ٹھرایا

حین ما تکلم بالحکم المنصوص علیه اولا فان
کان بحث التصویب بالنظر الی هذا
المقام فاحد المجتهدین لا بعینه مصیب
دون الاخر وثانیهما ان من جملة احکام
الشرع انه صلی الله علیه واله وسلم
عهد الی امته صریحا او دلالة انه متی
اختلف علیهم نصوصه او اختلف علیهم
معانی نص من نصوصه فهم ماموروں
بالاجتهاد واستفراغ الطاقة فی معرفة
ماهو الحق من ذلك فاذا بتعین عند مجتهد
شئ من ذلك وجب علیه اتباعه کما
عهد الیهم انه متی اشتبه علیهم القبلة
فی اللیلة الظلماء یجب علیهم ان یتحروا
ویصلوا الی جهة وقع تحریهم علیها
فهذا حکم علقه الشرع بوجود
التحری کما علق وجوب الصلوة
بالوقت وکما علق تکلیف الصبی ببلوغه
فان کان البحث بالنظر الی
هذا المقام نظر فان کانت المسئلة
مما ینقض فیه اجتهاد المجتهد
فاجتهاده باطل قطعا وان کان
فیها حدیث صحیح
وقد حکم بخلافه

جب کہ حکم مصرح کو بیان فرمایا تھا یا نہیں تو اگر برصواب
کہنا دو مجتہدون کا بلحاظ اس مقام کے ہی تو دونو نہیں ہے
ایک مجتہد صواب پر ہی بدون تعیین کے دوسرا صواب پر نہیں
۔ دوسرا مقام یہ ہی کہ منجملہ احکام شریعت کے ایک یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بصراحت
یا بدلالت یہ ارشاد فرمایا ہے کہ جب اُنپر آپکے احکام
مختلف ہون یا آپ کی نصوص مین سے کسی نص کے معنی
اُن پر مختلف ہون تو اُن کو حکم ہی کہ اجتہاد کرین اور اُن
اختلافی احکام اور معانی مین سے امر حق معلوم کرنے مین
خوب طبیعت کا زور لگائین پس جب کسی مجتہد کے نزدیک
اُن مین سے کوئی بات معین ہو جاکہ حق یہ ہی تو اُس پر اُسکا
اتباع واجب ہی۔ جیسے آپ نے امتیون کو ارشاد
فرمایا کہ جب اُن پر اندھیری رات مین قبلہ مشتبہ ہو جاے
تو اُن پر واجب ہی کہ اٹکل کرین اور اُس طرف کو منھ
کر کے نماز پڑھین جدھر کو اُنکی اٹکل واقع ہو تو یہ ایک حکم
ہی کہ شرع نے اسکو اٹکل کے وجود پر وابستہ کیا ہی جیسے
نماز کے واجب ہونے کو وقت سے اور لڑکے کے مکلف
ہو جانے کو اُس کے بالغ ہونے سے متعلق کیا تو اگر گفتگو
برصواب ہونیکی اس مقام کے اعتبار سے ہی تو یہ دیکھا
جاے کہ اگر مسئلہ اُن اقسام مین سے ہو کہ اجتہاد
مجتہد جدید سے پہلے مجتہد برصواب کا اجتہاد ٹوٹتا ہی
تو یہ نیا اجتہاد قطعا باطل ہے اور اگر اُس مسئلہ مین
کوئی حدیث صحیح ہی اور مجتہد نے اُسکے خلاف حکم دیا

فاجتهاده باطل ظنا وان کان المجتهدان
منهما قد سلکا ما ینبغی
لهما ان یسلکاه ولم یخالفا
حدیثا صحیحا فلا امرا ینقض اجتهاده
القاضی والمفتی فی خلافه فهما جمیعا
علی الحق هذا والله اعلم

باب ۳ تاکید الاخذ بهذه المذاهب الاربعة والتشدید فی ترکها والخروج عنها

اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة
مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنها
کلها مفسدة کبیرة ونحن نبین
ذلك بوجوه احدها ان الامة
اجمعت علی ان یعتمدوا علی السلف
فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتمدوا
فی ذلك علی الصحابة وتبع التابعین
اعتمدوا علی التابعین وهکذا فی
کل طبقة اعتمد العلماء علی من
قبلهم والعقل یدل علی حسن ذلك
لان الشریعة لا یعرف الا بالنقل والاستنباط
والنقل لا یستقیم الا بان یاخذ کل طبقة
عمن قبلها بالاتصال ولا بد فی الاستنباط
ان یعرف مذاهب المتقدمین لئلا یخرج من
اقوالهم فیخرق الاجماع

تو اُس کا اجتہاد بگمان غالب باطل ہو گا۔ اور اگر
دونون مجتہد اجتہاد کرنے مین وہی چال چلے جو اُنکو
چلنا مناسب تھا اور کسی حدیث صحیح کا خلاف دونون
نے نہین کیا اور نہ ایسے امر کے مخالف ہوے کہ اُسکے خلاف
کرنے سے اجتہاد قاضی اور مفتی کا ٹوٹتا ہو تو اِس صورت مین
دونون مجتہد برحق ہون گے اس بات کو یاد رکھو واللہ اعلم۔

باب سوم ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے کی تاکید
اور ان کو چھوڑنے اور اُن سے باہر نکلنے کی ممانعت شدید
جاننا چاہیے کہ ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے
مین ایک بڑی مصلحت ہی اور ان سب کے سب سے
روگردانی کرنے مین بڑا فساد ہی اور ہم اس بات کو کئی
وجہون سے بیان کرتے ہین۔ وجہ اول یہ ہی کہ امت
نے اِس بات پر اجماع کیا ہی کہ شریعت کے معلوم
کرنے مین سلف پر اعتماد کرین مثلا تابعین نے اس
بارہ مین صحابہ پر اور تبع تابعین نے تابعین پر
اعتماد کیا اور اسی طرح ہر طبقہ مین علما نے اپنے
پہلے علما پر اعتماد کیا اور اِس امر کی خوبی پر عقل بھی
دلالت کرتی ہے کیونکہ شریعت دو ہی باتون سے
معلوم ہوتی ہے ایک نقل دوم استنباط اور نقل
اسی طرح سے ٹھیک ہوتی ہے کہ ہر طبقہ اپنے پہلے
طبقہ سے بہم لیتا چلا آوے اور استنباط مین ضروری
بات یہ ہی کہ مذہب پہلون کے جانے اس وجہ سے کہ
اُنکے اقوال سے باہر نہو جائے ورنہ اجماع کے مخالف ہو گا

ولیبنی علیها ولیستعین فی ذلك بمن
سبقه لان جمیع الصناعات كالصرف
والنحو والطب والشعر والحدادة والنجارة
والصیاغة لم یتیسر لاحد الا بملازمة
اهلها وغیر ذلك نادر بعید لم یقع
وان كان جائزا فی العقل واذا
تعین الاعتماد علی اقاویل السلف فلابد
من أن تكون اقوالهم التی یعتمد
علیها مرویة بالاسناد الصحیح او
مدونة فی كتب مشهورة وان
یكون مخدومة بأن یبین الراجح
من محتملاتها وتخصص عمومها
فی بعض المواضع وبقیه مطلقها
فی بعض المواضع ویجمع المختلف فیها
ویبین علل احكامها والا لم یصح
الاعتماد علیها ولیس مذهب فی هذه
الازمنة المتاخره بهذه الصفة الا
هذه المذاهب الاربعة
اللهم الا مذهب الامامیة والزیدیة
وهم اهل البدعة
لا یجوز الاعتماد
علی اقاویلهم
وثانیا قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم

اور اس وجہ سے کہ پہلون کے مذاہب اپنا قول مبنی
کرے اور اس وجہ سے کہ استنباط مین اپنے گذشتون سے
اعانت لے کیونکہ سب فنون مثل صرف اور نحو اور طب اور
شعر اور آہنگری اور درودگری اور زرگری کے کسی کو
جب ہی میسر ہوتے ہین کہ اُس فن کے ماہر کی خدمت اُس نے گذری
کرے اور دوسری طرح آجانا کم اور بعید از قیاس ہے کہ کبھی
ہوا نہین اگرچہ عقل کے نزدیک اور طرح بھی ممکن ہے۔ اور
جب اقوال سلف پر اعتماد کرنا ثابت ہوا تو اب یہ ضرور ہے
کہ اُن کے وہ اقوال جن پر اعتماد کیا جائے یا تو سند صحیح
سے روایت کیئے گئے ہون یا مشہور کتابون مین قلم
بند ہون اور یہ بھی ضرور ہے کہ اُن اقوال پر بحث ہو چکی ہو
اس طرح کہ جن مضامین کا احتمال اُن مین ہو اُن مین
سے احتمال راجح کا بیان کر دیا جاوے اور عام اقوال
بعض مواضع مین مخصوص کیئے جائین اور اقوال مطلق کو
بعض موقعون مین مقید کیا جائے اور جن اقوال مین
اختلاف ہو اُن مین مطابقت کی جائے اور اُن کے
احکام کی علتین بیان کی جائین اور اگر یہ باتین اُن اقوال
مین مشرح نہون گی تو اُن پر اعتماد درست نہوگا اور
ان اخیر وقتون مین کوئی مذہب اس صفت کا سوائے
ان چارون مذہبون کے نہین مگر ہان امامیہ و زیدیہ
کا مذہب ہے اور وہ فرقہ بدعت والے ہین اُن کے اقوال
پر اعتماد کرنا درست نہین۔
اور دوسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ رسول خدا صلعم نے فرمایا

اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاهب
الحقة الا هذه الاربعة كان اتباعها
اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنها
خروجا عن السواد الاعظم
وثالثا انه لما طال الزمان وبعد
العهد وضیعت الامانات لم یجز ان
یعتمد علی اقوال علماء السوء من القضاة
الجورة والمفتین التابعین لاهوائهم
حتی ینسبوا ما یقولون الی بعض من
اشتهر من السلف بالصدق والدیانة
والامانة اما صریحا او دلالة او حفظ
قوله ذلك ولا علی قول من لا ندری
هل جمع شروط الاجتهاد اولا فاذا رأینا
العلماء المحققین فی مذاهب
السلف عسی ان یصدقوا فی
تخریجاتهم علی اقوالهم واستنباطهم
من الكتاب والسنة واما
اذا لم نر منهم ذلك فهیهات
وهذا المعنی الذی أشار الیه عمر
بن الخطاب رضی الله عنه
حیث قال یهدم الاسلام جدال
المنافق بالكتاب وابن مسعود حیث
قال من كان متبعا فلیتبع من مضی

کہ پیروی کرو بڑے جتھے کی اور چونکہ سچے مذہب سوائے
ان چارون مذہب کے نیست ہوگئے تو ان کی پیروی
کرنی بڑے انبوہ کی پیروی کرنی ہے اور ان سے باہر
نکلنا بڑے جتھے سے باہر ہونا ہے۔
اور تیسری وجہ پابندی مذہب کی یہ ہے کہ جب عمدہ زمانہ کو
گذرے بہت دن ہوگئے اور عرصہ بعید پڑ گیا اور امانتین
تلف کر دی گئین تو اب اعتماد نہین ہو سکتا علماء بد یعنی
ظالم قاضیون اور ہوا پرست مفتیون کے اقوال پر
جنکی شرارت یہان تک ہے کہ اپنے قول کو سلف کے
ایسے شخص کیطرف بصراحت یا بدلالت منسوب کرتے
ہین جو صدق اور دیانت اور امانت مین مشہور اور اسکا
وہ قول نمانون پر مذکور رہو۔ اور نہ اُس شخص کے قول پر
اعتماد ہو سکتا ہے کہ ہم نہین جانتے کہ آیا شرطین اجتہاد
کی رکھتا ہے یا نہین۔ پس جب ہم علما کو دیکھین کہ سلف کے
مذاہب مین ثابت قدم ہین تو غالب ہے کہ وہ مسائل
جو یہ علماء سلف کے اقوال کے بموجب نکالین یا خود کتاب
و سنت سے استنباط کرین اُن مین علماء مذکور راست
جانے جائینگے اور جب علما مین ہم یہ بات نہ دیکھین تو
اُن کے اقوال کو راست جاننا بعید ہے۔ اور یہی مضمون
ہے جس کیطرف حضرت عمر فاروق نے اشارہ کیا فرمایا کہ
اسلام کو تباہ کریگا منافق کا جھگڑنا قرآن سے اور حضرت
ابن مسعود نے بھی اُسکی طرف اشارہ کیا کہ کہا جو کوئی پیروی
کرنیوالا ہو تو چاہیئے کہ پیروی ان کی کرے جو گذر گئے۔

فما ذهب اليه ابن حزم حيث قال التقليد
حرام ولا يحل لاحد ان يأخذ
قول احد غير رسول الله صلى الله
عليه وسلم بلا برهان لقوله تعالى
اتبعوا ما انزل اليكم من ربكم
ولا تتبعوا من دونه اولياء وقوله تعالى
واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل
نتبع ما الفينا عليه اباءنا وقال الله تعالى
مادحا لمن لم يقلد فبشر عباد الذين يستمعون
القول فيتبعون احسنه اولئك الذين
هداهم الله واولئك هم اولوا الالباب وقال تعالى
فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله والرسول
ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر فلم يبح الله تعالى
الرد عند التنازع الى احد دون القرآن
والسنة وحرم بذلك الرد عند
التنازع الى قول قائل لانه غير القرآن والسنة
وقد صح اجماع الصحابة كلهم اولهم عن آخرهم
واجماع التابعين اولهم عن آخرهم واجماع تبع
التابعين اولهم عن آخرهم على الامتناع والمنع
من ان يقصد احد الى قول انسان منهم
او ممن قبلهم فياخذه كله فليعلم
من اخذ بجميع اقوال ابي حنيفة رح
او جميع اقوال مالك رحمه الله

تو جس بات کی طرف ابن حزم مائل ہوا ہی جو کہتا ہے کہ
تقلید حرام ہے اور کسی کو حلال نہین کہ کسی کا قول بے
دلیل سوائے رسولخدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مان لے اسلئے
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم
ولا تتبعوا من دونہ اولیاء اور نیز فرمایا واذا قیل
لہم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اباءنا
اور نیز تعریف مین اُن لوگون کی جو تقلید نہین کرتے
فرمایا فبشر عباد الذین یستمعون القول فیتبعون
احسنہ اولئک الذین ہداہم اللہ واولئک ہم اولو
الالباب اور نیز فرمایا فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ
والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر
تو اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے مباح نہین فرمایا
جھگڑے کیوقت رجوع کرنا کسی کی طرف سوائے قرآن
وحدیث کے اور اسی آیت سے حرام فرمایا جھگڑے
کیوقت رجوع کرنا کسی گوینده کے قول کیطرف اسوجہ
سے کہ وہ قول قرآن وحدیث کے غیر ہے۔ اور صحیح ہوچکا
ہی اجماع تمام صحابہ کا شروع سے آخر تک اور تمام
تابعین اور تبع تابعین کا اول سے آخر تک خود باز رہنے
اور دوسرے کے منع کرنے پر اس بات سے کہ کوئی قصد
کرے کسی انسان معین کے قول کا خواہ وہ انسان انھین
مین سے ہو یا اُنسے پہلے لوگوین سے اور اُسکے سارے
قول اختیار کرے۔ تو اب جان لے وہ شخص کہ اختیار کرے
سب اقوال امام ابو حنیفہ رح کے یا سب اقوال امام مالک رح کے

او جميع اقوال الشافعي رح او جميع اقوال
احمد رح ولا يترك قول من اتبع منهم او من
غيرهم الى قول غيره ولم يعتمد على ما جاء
في القرآن والسنة غير صارف
ذلك الى قول انسان بعينه انه قد
خالف اجماع الامة كلها اولها
عن آخرها بيقين لا اشكال فيه وانه
لا يجد لنفسه سلفا ولا اماما في جميع
الاعصار المحمودة الثلثة فقد اتبع غير
سبيل المؤمنين نعوذ بالله من هذه
المنزلة وايضا فان هؤلاء الفقهاء
كلهم قد نهوا عن تقليدهم و
تقليد غيرهم فقد خالفهم من قلدهم
وايضا فما الذي جعل رجلا من
هؤلاء او من غيرهم اولى بان يقلد
من عمر بن الخطاب رض او علي بن
ابي طالب رضي الله عنه او ابن
مسعود رض او ابن عمر رض او ابن عباس رض
او عائشة ام المؤمنين رض فلو ساغ
التقليد لكان كل
واحد من هؤلاء احق
بان يتبع من غيره
انتهى

یا سب اقوال امام شافعی رح کے یا سب اقوال امام
احمد رح کے اختیار کرے اور ان مین سے جسکا اتباع
کرے یا جس دوسرے شخص کا مقلد ہو اُس کے قول کو
چھوڑ کر دوسرے کا قول نہ مانے اور جو کچھ قرآن اور
حدیث مین آیا ہے اُس پر بدون پرتالنے کے انسان
معین کے قول سے اعتماد نکرے تو وہ اپنے آپ کو
سمجھ لے کہ اُس نے ساری اُمت کا شروع سے آخر تک
یقینا خلاف کیا اس مین کچھ شبہہ نہین اور یہ بھی جانلے
کہ وہ اپنے لیئے تینون بہتر زمانون مین اس باب مین
کوئی پیشوا اور امام نہ پاویگا تو بے شک اُس نے
سب مسلمانون کی راہ کے سوا اختیار کی۔ اور نیز ان
سب فقہا نے اپنی تقلید کرنے سے اور دوسرونکی
تقلید کرنے سے منع کیا ہے تو جو کوئی اُن کی تقلید
کرتا ہے وہ اُن کے حکم کے خلاف کرتا ہے۔ اور عدم
جواز تقلید کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ کون سی
بات ہی جسنے ان ائمہ مین سے یا ان کے سوا اور ونمین
سے ایک شخص کو تقلید کیا جانے کے واسطے بہتر کردیا
بہ نسبت حضرات عمر فاروق یا علے مرتضے یا ابن
مسعود یا ابن عمر یا ابن عباس یا ام المومنین
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس اگر
تقلید کسی کی درست ہوتی تو ان حضرات موصوفین
مین سے ہر ایک بہ نسبت دوسرے شخصون کے تقلید
کیئے جانیکا زیادہ مستحق تھا تمام ہوا قول ابن حزم کا۔

انما يتم فى من له ضرب من الاجتهاد ولو فى مسئلة واحدة وفيمن ظهر عليه ظهورًا بيّنًا ان النبى صلى الله عليه واله وسلم امر بكذا او نهى عن كذا او انّه ليس بمنسوخ اِمّا بان يتتبّع الاحاديث واقوال المخالف والموافق فى المسئلة فلا يجد لها نسخًا او بان يرى جمًّا غفيرًا من المتبحّرين فى العلم يذهبون اليه ويرى المخالف له لا يحتج الا بقياس او استنباط او نحو ذلك فحينئذٍ لا سبب لمخالفة حديث النبى صلى الله عليه واله وسلم الا نفاق خفى او حمق جلى وهذا هو الذى اشار اليه الشيخ عزّ الدين بن عبد السلام حيث قال ومن العجب العجيب ان الفقهاء المقلدين يقف احدهم على ضعف ماخذ امامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جمودا على تقليد امامه بل يتحيّل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتاوّلها بالتاويلات البعيدة الباطلة نضالا عن مقلّده وقال

تو یہ قول ابن حزم کا صرف تین شخصون کے حق مین صادق آتا ہی اول اُس شخص کے حق مین کہ جسمین اجتہاد رکھتا ہی اگرچہ ایک ہی مسئلہ مین ہو اور اُسپر ظاہر ہو گیا ہو کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فلان چیز کا حکم فرمایا خواہ اُس چیز سے منع فرمایا اور یہ آپ کا ارشاد منسوخ نہین اور منسوخ ہونا اِس طرح معلوم کیا کہ احادیث کی تلاش کی اور مسئلہ مین اقوال مخالف و موافق کے کہین منسوخ ہونا پایا یا طرح کہ انبوہ کثیر بڑے علامہ علما کو دیکھا کہ وہ اُس ارشاد کو اختیار کرتے ہین اور اُسکے مخالف کو دیکھا تو سوائے قیاس یا استنباط وغیرہ کے اور حجت نہین پکڑتا تو اس صورت مین حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرنیکا سبب بجز نفاق باطنی اور حماقت ظاہری کے اور کچھ نہین اور یہ وہی بات ہی جس کی طرف شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے اشارہ کیا ہی چنانچہ کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ تقلید کرنے والے فقیہون مین سے ایک شخص اپنے امام کی سند کا ضعف ایسی طرح معلوم کرتا ہے کہ اُس کو ٹال نہین سکتا پھر بھی اُس مسئلہ مین اُسی کی تقلید کرتا ہے اور جن لوگون کے مذہب پر قرآن اور حدیث اور قیاس صحیح شاہد ہون اُن کو اپنے امام کی تقلید پر جمار ہنے کی وجہ سے ترک کرتا ہی بلکہ ظاہر قرآن اور حدیث کے ٹالنے کا حیلہ کرتا ہے اور اپنے امام کی طرفداری کے لیئے معانی ظاہر کی تاویلین بعید از عقل اور محض نکمی کرتا ہے۔ اور یہ بھی عزالدین نے کہا ہے۔

لم يزل الناس يسئالون من اتفق من العلماء من غير تقييد بمذهب ولا انكار على احد من السائلين الى ان ظهرت هذه المذاهب ومتعصبوها من المقلدين فانّ احدهم يتبع امامه مع بعد مذهبه من الادلة مقلدًا له فيما قال كانه نبى ارسل اليه وهذا نأى عن الحق وبعد عن الصواب لا يرضى به احد من اولى الالباب وقال الامام ابو شامة ينبغى لمن اشتغل بالفقه ان لا يقتصر على مذهب امام ويعتقد فى كل مسئلة صحة ما كان اقرب الى دلالة الكتاب والسنة المحكمة وذلك سهل عليه اذا كان اتقن معظم العلوم المتقدمة وليجتنب التعصب والنظر فى طرائق الخلاف فانها مضيعة للزمان ولصفوه مكدرة فقد صح عن الشافعى انه نهى عن تقليده وعن تقليد غيره قال صاحبه المزنى فى اول مختصره اختصرت هذا من علم الشافعى رحمة الله عليه ومن معنى قوله

آدمی ہمیشہ سے یہی کرتے رہے کہ علما مین جو ملگیا اُس سے دریافت کر لیتے تھے بدون قید کسی مذہب کے اور بدون انکار کے سائلون مین سے کسی پر یہان تک کہ یہ مذاہب اور اُن کے متعصب پیدا ہوئے کہ انہین سے ایک اپنے امام کی پیروی کرتا ہے باوجودیکہ اُسکا مذہب دلائل سے دور ہی مگر جس بات کو اُس نے کہا ہی اُس مین اُسی کی تقلید کرتا ہے گویا وہ امام پیغمبر مرسل ہے اور یہ تعصب حق اور صواب سے بعید ہے کوئی عاقل اس کو پسند نکریگا (یہ قول صفحہ ۲۸ مین بھی گذر چکا ہی) اور امام ابو شامہ نے کہا کہ جو عالم فقہ مین مصروف ہو اُس کو مناسب ہی کہ ایک امام کے مذہب پر اکتفا نہ کرے اور ہر مسئلہ مین اُسی کی صحت کا اعتقاد کرے جو قرآن اور حدیث واضح کی دلالت سے قریب تر ہو اور یہ بات اُس پر آسان ہے بشرطیکہ پیشتر کے علوم مین سے بڑا حصہ خوب جانتا ہو اور یہ بھی چاہیئے کہ تعصب سے اور خلاف کے طریقون مین غور کرنے سے کنارہ کرے کیونکہ یہ باتین وقت کو ضائع اور اُس کی صفائی کو مکدر کرتی ہین۔ اور امام شافعی سے یہ بایۂ صحت کو پہونچا ہے کہ اُنھون نے اپنی تقلید کرنے اور اپنے سوا دوسرے کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے چنانچہ اُن کے شاگرد مزنی نے اپنی کتاب مختصر کے شروع مین کہا ہے کہ اس کتاب کو مین نے امام شافعی رح کے معلومات اور اُن کے قول کے

لاقربه على من اراد مع اعلامه نهيه
عن تقليده وتقليد غيره لينظر فيه
لدينه ويحتاط لنفسه اى مع اعلامه
من اراد علم الشافعى
نهى الشافعى عن تقليده
وتقليد غيره

انتهى

وفيمن يكون عاميا ويقلد رجلا
من الفقهاء بعينه يرى انه يمتنع
من مثله الخطأ وان ما قاله هو
الصواب البتة واضمر فى قلبه
ان لا يترك تقليده وان ظهر
الدليل على خلافه وذلك ما رواه
الترمذى عن عدى بن حاتم انه
قال سمعت رسول الله صلى الله عليه
وآله وسلم يقرأ اتخذوا احبارهم ورهبانهم
اربابا من دون الله قال انهم لم يكونوا يعبدونهم
ولكنهم كانوا اذا احلوا لهم شيئا استحلوه واذا
حرموا عليهم شيئا حرموه

وفيمن لا يجوز ان يستفتى الحنفى مثلا فقيها
شافعيا وبالعكس ولا يجوز ان يقتدى الحنفى
بامام شافعى مثلا

اس مضمون سے اگر قریب کرے دون علم کو اُس شخص پر کہ اُسکو چاہتا ہے
باوجود میرے بتا دینے کے شخص مذکور کو منع کرنا امام کا اپنی
تقلید اور کسی دوسرے کی تقلید سے تاکہ وہ شخص اس مختصر
مین اپنے دین کی درستی کے لیئے غور کرے اور اپنے نفس
کی خاطر احتیاط کی راہ چلے یعنی جو شخص امام شافعی کے
معلومات کی خواہش رکھتا ہے مین اُس کو یہ بھی جتا دونگا
کہ شافعی رحمہ نے اپنی اور کسی دوسرے کی تقلید کرنے
سے منع کیا ہے تمام ہوا قول ابو شامہ کا۔

دوسرے اُس شخص کے حق مین ابن حزم کا قول صادق
آتا ہی کہ وہ شخص عامی ہو اور کسی فقیہ معین کی تقلید کرے
اس اعتقاد سے کہ اس جیسے فقیہ سے خطا ہونی محال ہی
اور جو کچھ اُس نے کہدیا ہی وہی ٹھیک ہی اور دلمین یہ
ٹھان لی کہ اُسکی تقلید نچھوڑونگا اگرچہ دلیل اُسکے خلاف
ظاہر ہو اور اسکی مثال یہ حدیث ہی جو ترمذی نے عدی
بن حاتم سے روایت کی کہ اُنھون نے کہا کہ مین نے سُنا
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ یہ پڑھتے تھے اتخذوا
احبارہم ورہبانہم اربابا من دون اللہ۔ فرمایا کہ وہ لوگ
علما کی پرستش نکرتے تھے بلکہ جب علما اُن کے لیئے کوئی چیز
حلال کر دیتے تو وہ اُس کو حلال جانتے اور جب کسی چیز
اُن پر حرام کر دیتے تو اُس کو حرام سمجھتے۔

تیسرے اُس شخص کے حق مین صادق آتا ہی جو جائز نہین رکھتا کہ
مثلاً حنفی شخص شافعی فقیہ سے فتوی پوچھے اور شافعی حنفی سے
اور نہ یہ جائز رکھے کہ حنفی کسی شافعی امام کے پیچھے مثلاً نماز پڑھے

فان هذا قد خالف اجماع القرون الاولى
وناقض الصحابة والتابعين
وليس محله فيمن لا يدين الا بقول النبى
صلى الله عليه وسلم ولا يعتقد حلالا
الا ما احله الله ورسوله ولا حراما
الا ما حرمه الله ورسوله لكن لما لم
يكن له علم بما قاله النبى صلى الله عليه
وآله واصحابه وسلم ولا بطريق الجمع
بين المختلفات من كلامه ولا بطريق
الاستنباط من كلامه اتبع عالما
راشدا على انه مصيب فيما يقول و
يفتى ظاهرا متبع سنة رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم فان ظهر
خلاف ما يظنه اقلع من ساعته
من غير جدال ولا اصرار فهذا كيف ينكره
احد مع ان الاستفتاء والافتاء لم يزل
بين المسلمين من عهد النبى صلى الله
عليه وآله وسلم ولا فرق بين ان يستفتى
هذا دائما او يستفتى هذا حينا وهذا
حينا بعد ان يكون مجمعا على ما ذكرناه
كيف لا ولم نؤمن بفقيه
ايا كان انه اوحى الله
اليه الفقه

کیونکہ اس شخص نے البتہ پہلے قرنون کے اجماع
کا خلاف کیا اور صحابہ اور تابعین کے عمل کا اُلٹا کیا۔
اور ابن حزم کے قول کا محل ایسے شخص کے حق مین نہین
جو دین وہی اختیار کرے جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا
ارشاد ہوا اور حلال اُسی چیز کو اعتقاد کرے جسکو
اللہ اور اُس کے رسول نے حلال فرمایا اور حرام ہی
چیز جانے جسکو خدا اور رسول نے حرام کیا لیکن چونکہ
اُس کو علم پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا نہین
اور نہ آپ کی مختلف تقریرون کو مطابق کرنا جانتا ہی
اور نہ آپکے کلام مبارک سے مسائل کے نکالنے کا ڈھنگ
اُس کو آتا ہی اسلیئے کسی نیک عالم کی تقلید کر لی
اس گمان پر کہ جو بات یہ کہتا ہے اور ظاہر مین فتوی
دیتا ہے سب مین صواب پر ہی اور سنت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع ہی اور اگر اُسکے گمان کے
خلاف ظاہر ہو تو بدون جھگڑے اور ہٹ کے فورا
باز رہے۔ تو اس کا کوئی کیسے انکار کرے گا کہ حکم
پوچھنا اور حکم بتانا تو مسلمانون مین زمانہ پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم سے برابر رہا ہی اور اس مین کچھ فرق نہین کہ
ہمیشہ ایک ہی عالم سے فتوی دریافت کرے یا کبھی
اس سے دریافت کرے کبھی دوسرے سے بشرطیکہ عزم مصمم
وہی رکھتا ہو جو ہمنے ذکر کیا یعنی خلاف کے ظاہر ہونے پر
باز رہیگا اور کیسے باز نہ رہیگا حالانکہ ہم کسی عالم پر کوئی ہو
یہ ایمان نہین لائے کہ اللہ تعالی نے فقہ کی وحی اُسکو کی

وفرض علینا طاعته وانه معصوم فان اقتدینا بواحد منهم فذلك لعلمنا انه عالم بكتاب الله وسنة رسوله فلا یخلو قوله اما ان یكون من صریح الكتاب والسنة او مستنبطا عنهما بنحو من الاستنباط او عرف بالقرائن ان الحكم فی صورة ما منوط بعلة كذا واطمأن قلبه بتلك المعرفة فقاس غیر المنصوص علی المنصوص فكانه یقول ظننت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال كلما وجدت هذه العلة فالحكم ثمه هكذا والمقیس مندرج فی هذا العموم فهذا ایضا معزو الی النبی صلی الله علیه واله وسلم ولكن فی طریقه ظنون ولولا ذلك لما قلد مؤمن المجتهد فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض الله علینا طاعته بسند صالح یدل علی خلاف مذهبه وتركنا حدیثه واتبعنا ذلك التخمین فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین ؑ

اور ہمپر اُس کی فرمانبرداری فرض فرمائی اور وہ غلطیہ خطاسے محفوظ ہے۔ پھر اگر ہم اُن فقہا مین سے کسی کا اقتدا کرتے ہین تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ وہ قرآن اور حدیث کا عالم ہے اس صورت مین اُسکا قول تین حال سے خالی نہین یا صریح قرآن وحدیث سے ہوگا یا کسی قسم کے استنباط کے ذریعہ سے قرآن وحدیث سے نکالا ہوگا یا اُس نے قرینون سے معلوم کیا ہوگا کہ حکم فلان صورت مین فلان علت پر لگا ہے اور اس معلوم کرنے پر اُسکے دل کو اطمینان ہوگیا تو اُسنے غیر مصرح صورت کو اس صورت پہ قیاس کیا جسمین حکم کی تصریح تھی تو گویا وہ یہ کہتا ہے کہ مین گمان کرتا ہون کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہان کہین یہ علت پائی جائیگی وہان ایسا حکم ہوگا پس جس صورت کو اسنے قیاس کیا ہے وہ اس عموم مین داخل ہے تو یہ اُس کا قول بھی منسوب بپیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہے لیکن اُسکے طریق مین بہت سے گمان ہین اور اگر گمان وشک کی صورت واقع نہوتی تو کوئی مسلمان کسی مجتہد کی تقلید نکرتا اب اگر اس صورت مین ہمکو اچھی سند سے حدیث رسول معصوم کی پہنچے جنکی فرمانبرداری اللہ تعالےٰ نے ہمپر فرض فرمائی اور یہ حدیث اُس فقیہ کے مذہب کے خلاف پر دلالت کرے اور ہم آپ کی حدیث کو ترک کرکے اُس قول ظنی اور تخمین کے تابع رہین تو ہم سے زیادہ ستمگار کون ہوگا اور ہمارا عذر اُس روز کیا ہوگا جس روز آدمی جہانون کے پروردگار کے سامنے کھڑے ہون گے۔

باب ۴ اختلاف الناس فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة وما یجب علیهم من ذلك

اطوار الناس فی الاخذ بهذه المذاهب علی اربعة منازل ولكل قوم حد لایجوز ان یتعدوه احدها مرتبة المجتهد المطلق المنتسب الی صاحب مذهب من تلك المذاهب وثانیها مرتبة المخرج وهو المجتهد فی المذهب وثالثها مرتبة المتبحر فی المذهب الذی حفظ المذهب واتقنه وهو یفتی بما اتقن وحفظ من مذهب اصحابه ورابعها المقلد الصرف الذی یستفتی علماء المذاهب ویعمل علی فتوٰهم وكتب القوم مشحونة بشروط كل منزل واحكامه الا ان من الناس من لا یمیز بین المنازل فیتخبط فی تلك الاحكام ویظنها متناقضة فاردنا ان نجعل لكل منزل فصلا ونشیر الی احكام كل منزل علیحدة

فصل
فی المجتهد المطلق المنتسب

وقد قدمنا شرطه فلا نعیده

باب چہارم لوگون کے اختلاف مین ان چارون مذہبون کے اختیار کرنے مین اور اس مین سے جسقدر ان پر واجب ہے اُس کے بیان مین۔

جاننا چاہیئے کہ آدمی ان مذاہب کے اختیار کرنے مین چار مرتبے رکھتے ہین اور ہر مرتبے والون کی ایک حد ہے کہ اُس سے بڑھنا اُن کو درست نہین اول مرتبہ مجتہد مطلق کا جو ان مذاہب مین کسی مذہب کے امام کی طرف نسبت رکھتا ہو۔ دوم مرتبہ مسائل نکال لینے والے کا یعنے مجتہد فی المذہب کا۔ سوم مرتبہ نہایت ماہر فی المذہب کا جو مذہب کو یاد کرلیتا ہے اور استوار کرتا ہے اور اپنی یاد اور حذاقت کے بموجب اپنے ائمہ کے مذہب سے مسائل کا حکم بتاتا ہے۔ چوتھا مرتبہ نرے مقلد کا ہے کہ مذہبون کے علما سے فتوے دریافت کرکے اُن کے فتوے کے بموجب کاربند ہوتا ہے اور لوگون کی کتابین ہر ایک مرتبے کے شرطون اور حکمون سے پر ہین مگر بعض آدمی ان مراتب مین امتیاز نہین کرتے اس لیئے اُن احکام مین بدحواس ہوکر اُن کو ایک دوسرے کے خلاف گمان کرتے ہین لہذا ہمنے چاہا کہ ہر ایک مرتبہ کے لیئے ایک فصل مقرر کرین اور ہر مرتبہ کے احکام کیطرف جدا جدا اشارہ کرین

فصل اول بیان مین مجتہد مطلق منتسب کے)
اور ہم پیشتر اس کی شرط بیان کرچکے اب مکرر نہین کہتے

وحاصل كل ذلك انه الجامع بين علم الحديث والفقه المروي عن اصحابه واصول الفقه كحال كبار العلماء من الشافعية وهم وان كانوا اكثرين في انفسهم لكنهم اقلون بالنظر الى المنازل الاخرى وحاصل صنيعهم على ما استقرأنا من كلامهم ان تعرض المسائل المنقولة عن مالك والشافعي وابي حنيفة والثوري وغيرهم من المجتهدين المقبولة مذاهبهم وفتاواهم على موطأ مالك رح والصحيحين ثم على احاديث الترمذي وابي داود والنسائي فاي مسئلة وافقها السنة نصا او اشارة اخذوا بها وعقدوا عليها واي مسئلة خالفتها السنة مخالفة صريحة ردوها وتركوا العمل بها واي مسئلة اختلفت فيها الاحاديث والآثار اجتهد وا في تطبيق بعضها ببعض اما بحمل المفسر على المبهم وتنزيل كل حديث على صورة او غير ذلك فان كانت من باب السنن والآداب فالكل سنة وان كانت من باب الحلال والحرام او من باب القضاء واختلف الصحابة والتابعون والمجتهدون جعلوها على قولين او على اقوال

اور حاصل سب بیان سابق کا یہ ہے کہ مجتہد مطلق منتسب وہ ہے کہ علم حدیث رکھتا ہو اور علم فقہ جو اُن ائمہ سے مروی ہے اور علم اصول فقہ رکھتا ہو جیسے حال بڑے بڑے علما شافعیہ کا ہے اور یہ لوگ اگرچہ بذات خود اکثر ہین مگر باعتبار دوسرے مراتب کے کم ہین اور اُن کی تدبیر کا خلاصہ بموجب اُس تلاش کے جو ہم نے اُن کے کلام سے کی یہ ہے کہ اُن مسائل کو جو مالک اور شافعی اور ابوحنیفہ اور ثوری اور دوسرے مجتہدون سے منقول ہین جنکے مذہب اور فتوے مقبول ہین موطا امام مالک اور بخاری اور مسلم پر پیش کیا جائے پھر ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی کی احادیث پر پیش کرین تو جس مسئلہ کی حدیث موافق پڑے باعتبار نص یا اشارہ کے انکو اختیار کرین اور اسپر اعتماد کرین اور جس مسئلہ کے حدیث مخالف پڑے صریح طور سے اُنکو نہ مانین اور اُسپر عمل کرنا چھوڑ دین اور جس مسئلہ مین احادیث اور آثار مختلف ہون تو بعض کو بعض کے ساتھ مطابق کرنے مین اجتہاد کرین اسطرح کہ مفسر کو مبہم پر حکم ٹھرادین اور ہر حدیث کو ایک صورت پر محمول کرین یا کسی اور طرح سے پس اگر وہ مسئلہ سنن اور آداب کی قسم سے ہو تو سب طرح سنت ہین اور اگر حرام اور حلال کی جنس سے یا قضا کی قسم سے ہو اور صحابہ اور تابعین اور مجتہدین اُس مین مختلف ہین تو اُس کو دو قول پر یا کئی قولون پر کر دیا

لم ينكروا على احد فيما اخذ منها ورأوا الامر سعة اذا كان يشهد الحديث والآثار لكل جانب ثم استفرغوا جهدهم في معرفة الاولى والارجح اما بقوة الرواية او بعمل اكثر الصحابة به او كونه مذهب جمهور المجتهدين او موافقا للقياس كفيئا لنظرائه ثم عملوا بذلك الاقوى من غير نكير على احد ممن اخذ بالقول الآخر فان لم يجد وا في المسئلة حديثا من تينك الطبقتين اجالوا قداح نظرهم في شواهد اقوالهم من آثار الطبقة الثالثة من كتب الحديث والى ما يفهم من كلامهم من الدليل والتعليل فاذا اطمأن الخاطر بشيء اخذوا به فان لم يطمئن بشيء مما ذكروه واطمأن بغيره وكانت المسئلة مما ينفذ فيه اجتهاد المجتهد ولم يسبق فيه اجماع وقام عندهم الدليل الصريح قالوا بها مستعينين بالله متوكلين عليه وهذا باب نادر الوقوع صعب المرتقى يجتنبون مزالقه

اور جس کسی نے ان اقوال مین ایک اختیار کرلیا اسپر انکار نہ کیا اور اس معاملہ مین وسعت مدنظر رکھی بشرطیکہ حدیث اور آثار ہر طرف کی شاہد ہون۔ پھر خوب جستجو اس بارے مین کی کہ اولی اور راجح تر اُن مین سے معلوم کیا خواہ روایت کے قوی ہونے سے یا اکثر صحابہ کے اُس پر کاربند ہونے سے یا اسوجہ سے کہ جمہور مجتہدون کا مذہب ہی ہے یا یہ کہ قیاس کے موافق۔ اور اپنی نظیرون کے مانند ہو پھر اس قول قوی پر عمل کیا بدون اعتراض کے کسی پر اُن مین سے جنھون نے دوسرے قول کو اختیار کیا۔ پھر اگر مسئلہ مین حدیث اُن دو طبقون صحابہ اور تابعین سے نپائی تو تیسرے طبقہ کے آثار مندرجہ کتب حدیث سے اُن کے اقوال کے شواہد بغور دیکھے اور جو دلیل اور علت ان کے کلام سے سمجھی جاتی ہے اُس کو بتامل دیکھا پس اگر دل کو کسی بات پر اطمینان ہو تو اُس کو اختیار کرلیا اور اگر اُن کے بیان سے کسی بات پر دل نہ جما اور دوسری بات پر اطمینان ہوا اور مسئلہ اُس قسم کا تھا جس مین اجتہاد مجتہد کا چل سکے اور اُس امر مین پہلے کوئی اجماع بھی نہین ہوچکا اور اُن کے نزدیک کوئی صریح دلیل اُس دوسری بات پر قائم ہوے تو اُس بات کو اللہ تعالیٰ سے مدد چاہکر اور اُس پر بھروسا کرکے کہہ گذرتے ہین اور یہ صورت واقع کم ہوتی ہے اور اس کی چڑہائی دشوار ہے اُس کی پھسلنے کی جگہون سے

اشد اجتناب وان لم یقم عندھم دلیل
صریح اتبعوا السواد الاعظم وای
مسئلۃ لیس فیھا تصریح او تعلیل
صحیح من السلف استفرغوا الجھد فی
طلب نص او اشارۃ او ایماء من
الکتاب والسنۃ او اثر من الصحابۃ
والتابعین فان وجدوا قالوا بہ ولیس
عندھم ان یقلدوا عالما واحدا فی
کل ما قال اطمأنت بہ نفوسھم اولا وان
کنت فی ریب مما ذکرنا
فعلیک بکتب البیھقی وکتاب معالم السنن
وشرح السنۃ للبغوی فھذہ طریقۃ المحققین
من فقھاء المحدثین وقلیل ما ھم وھم
غیر الظاھریۃ من اھل الحدیث
الذین لا یقولون بالقیاس ولا الاجماع
وغیر المتقدمین من اصحاب الحدیث ممن لم یلتفتوا
الی اقوال المجتھدین اصلا ولکنھم اشبہ الناس
باصحاب الحدیث لانھم صنعوا فی اقوال المجتھدین
ما صنع اولئک فی مسائل الصحابۃ والتابعین
فصل فی المجتھد فی المذھب وفیہ مسائل
مسئلۃ ادنی الواجب علی المجتھد فی المذھب
ان یحصل من السنن والاثار ما یحترز بہ من مخالفۃ
الحدیث الصحیح واتفاق السلف۔

غایت درجہ کا کنارہ کرتے ہین اور اگر انکے عندیہ
مین کوئی دلیل صریح قائم نہوئی تو بڑے جتھے کی قول
کا اتباع کر لیا۔ اور جس مسئلہ مین کہ تصریح اور تعلیل
صحیح سلف سے منقول نہوئی تو کامل کوشش کی قرآن اور
حدیث یا صحابہ اور تابعین کے اثر سے نص یا اشارہ یا
ایما کی جستجو مین اگر ملگئی تو اسکو اختیار کر لیا۔ اور
انکے عندیہ مین یہ بات نہ تھی کہ ایک ہی عالم کی تقلید
اسکے سب اقوال مین کرین خواہ اسکے قول پر انکے دل
مطمئن ہون یا نہون۔ اور اگر تمکو ہمارے بیانمین شک
ہو تو تمکو چاہیئے کہ دیکھو بیہقی کی کتابین اور معالم السنن اور
شرح السنہ مولفہ بغوی کو غرضکہ محققین فقہاء اہل حدیث
کا یہ طریقہ تھا اور ایسے لوگ کم ہین اور یہ لوگ علیحدہ ہین
اہل حدیث کے فرقہ ظاہریہ سے جو نہ قیاس کے قائل نہ
اجماع کے اور نیز الگ ہین متقدمین اصحاب حدیث سے
جنھون نے مجتہدون کے اقوال پر سرے سے التفات ہی نہین کیا
بلکہ یہ لوگ اہل حدیث کے زیادہ مشابہ ہین کیونکہ انھون نے
مجتہدون کے اقوال مین وہی کارستانی کی جو محدثین نے
صحابہ اور تابعین کے مسائل مین کی۔

دوسری فصل مجتہد فی المذہب کے بیانمین
اور اسمین تین مسئلہ ہین۔

مسئلہ اول جاننا چاہیئے کہ مجتہد فی المذہب پر واجب
ہی کہ سنن اور آثار اس قدر بہم پہنچا دے کہ انکی وجہ
سے حدیث صحیح اور اجماع سلف کی مخالفت سے بچا رہے

ومن ولائل الفقہ ما یقدر بہ علی معرفۃ
ما بنی اصحابہ فی اقوالھم وھو معنی ما فی
الفتاوی السراجیۃ لا ینبغی لاحد ان یفتی
الا ان یعرف اقاویل العلماء ویعلم
من این قالوا ویعرف معاملات الناس
فان عرف اقاویل العلماء ولم یعرف مذاھبھم
وان سئل عن مسئلۃ یعلم ان العلماء الذین
ینتحل مذھبھم قد اتفقوا علیہ فلا باس
بان یقول ھذا جائز وھذا
لا یجوز ویکون قولہ علی
سبیل الحکایۃ وان کانت
مسئلۃ قد اختلفوا فیھا فلا باس
بان یقول ھذا جائز فی قول فلان وفی
قول فلان لا یجوز ولیس لہ
ان یختار فیجیب بقول بعضھم
ما لم یعرف حجتھم
وفی فصول العمادیۃ
فی الفصل الاول وان لم یکن
من اھل الاجتھاد لا یحل لہ
ان یفتی الا بطریق الحکایۃ
فیحکی ما یحفظ من اقوال الفقھاء
وعن ابی یوسف وزفر وعافیۃ بن
زید انھم قالوا

اور فقہ کے دلائل اتنے حاصل کرے کہ ان کے ذریعہ
سے اپنے ائمہ کے اقوال مین ان کا ماخذ جان سکے
اور یہی مطلب فتاوی سراجیہ کی اس عبارت کا ہی
کہ کسی کو نہین چاہیئے کہ فتوے دے مگر اس صورتمین
کہ علما کے اقوال سے واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو
کہ انھون نے کہان سے کہا ہے اور نیز لوگون کے
معاملون سے واقف ہو تو اگر علما کے اقوال جانتا ہو
اور ان کے مذہبون سے ناواقف پس ایسی صورتمین
اگر اس سے ایسا مسئلہ پوچھا جاوے کہ اسکو معلوم ہی
کہ جن علما کا مذہب مانا جاتا ہے ان سب نے اسکے
جواز یا عدم جواز پر اتفاق کیا ہے تو کچھ مضائقہ نہین
کہ کہدے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز اور اس کا یہ
کہنا بطور حکایت اور نقل کے ہوگا اور اگر ایسا مسئلہ
ہو کہ علما نے اس مین اختلاف کیا ہو تو کچھ خوف
نہین کہ کہدے کہ فلان عالم کے قول مین جائز ہے
اور فلان کے قول مین ناجائز ہان اس کو یہ درست
نہین کہ خود چھانٹ کر بعض علما کے قول کے بموجب
جوابدے جب تک کہ ان کی حجت سے واقف نہو۔
اور فصول عمادیہ کی اول فصل مین ہے کہ اگر عالم
اہل اجتہاد مین سے نہو تو اس کو حلال نہین کہ فتوی
دے مگر بطور نقل کے یعنے جو اقوال فقہا کے اسکو
یاد ہون ان کو بیان کر دے۔ اور امام ابو یوسف اور
زفر اور عافیہ بن زید سے منقول ہے کہ انھون نے کہا

لا یحل لاحد ان یفتی بقولنا مالم یعلم من این
قلنا و فیها ایضا عن بعضهم قالوا ان
الرجل حفظ جمیع کتب اصحابنا لابد ان
یتلمذ للفتوی حتے یهتدی الیه لان
کثیرا من المسائل اجاب عنها
اصحابنا علی عادة اهل بلدهم
و معاملاتهم فینبغی لکل مفتے
ان ینظر الی عادة اهل بلده و زمانه
فیما لا یخالف الشریعة و فی عمدة الاحکام
من المحیط فاما اهل الاجتهاد
من یکون عالما بالکتاب والسنة
والاثار و وجوه الفقه
و فی الخانیة
نقل عن بعضهم لا بد للاجتهاد
من حفظ المبسوط و معرفة
الناسخ والمنسوخ والمحکم والماوّل
والعلم بعادات الناس و عرفهم
و فی السراجیة قیل ادنی الشروط
للاجتهاد حفظ المبسوط ذکر هذه
الروایات فی خزانة المفتین اقول هذه
العبارات معناها الفرق بین المفتی الذی هو
هو صاحب تخریج و بین المفتی الذی
هو متبحر فی مذهب صحابه

کہ کسی کو حلال نہین کہ ہمارے قول کے بموجب فتویٰ
دے جبتک یہ نجانے کہ ہم نے کہان سے کہاہی۔ اور نیز
فصول عمادیہ مین بعض ائمہ سے منقول ہے کہ انھون نے
کہا کہ اگر بالفرض کوئی عالم ہمارے اساتذہ کی سب کتابین
یاد کرے تب بھی انکو فتوے کے لیئے شاگرد ہونا ضرور ہے
یہان تک کہ اُس کو فتویٰ دینے کی راہ ملجاوے کیونکہ
بہت مسئلہ ایسے ہین کہ اُنکا جواب ہمارے پیشواؤن نے
اپنے شہر والونکی عادت اور اُن کے معاملات کے مطابق
دیاہی تو ہر فتوے دہندہ کو چاہیئے کہ اُن معاملوں مین
جو شریعت کے خلاف نہون اپنے شہر اور زمانہ کی
عادت کو مدنظر رکھے۔ اور عمدۃ الاحکام مین محیط
سے یہ مضمون منقول ہے کہ اجتہاد والے وہ لوگ ہین
کہ عالم ہون قرآن اور حدیث اور آثار اور فقہ کی
صورتون اور توجیہون کے۔ اور خانیہ مین بعض
علما سے منقول ہے کہ اجتہاد کے لیئے ضرور ہو کتاب
مبسوط کا یاد کرنا اور ناسخ اور منسوخ اور محکم اور
ماول کا پہچاننا اور لوگون کی عادت اور اُن کے
عرف کو جاننا۔ اور سراجیہ مین ہے کہ بعض علما کا
قول ہے کہ اجتہاد کی شرطون مین سے کم سے کم مبسوط
کا یاد کرنا ہے۔ یہ ساری روایتین خزانۃ المفتین مین
مذکور ہین۔ مین کہتا ہون کہ ان عبارتون کا مضمون
مقصود یہ ہی کہ فرق ہے اُس مفتی مین کہ مسائل خود پیدا
کرے اور اُس مفتی مین کہ اپنے ائمہ کے مذہب مین علا[illegible]

لیس له سبیل الی روایة الا علی سبیل الاجتهاد
مسئلة اعلم ان القاعدة عند محققی الفقهاء
ان المسائل علی اربعه اقسام قسم تقرر
للامام المذهب وحکمه ان یقبلوه علی
ما حال موافقت الاصول او خالفت لذلك
ترى صاحب الهداية وغیره
[illegible] بیان الفرق فی مسائل التجنیس
و قسم هو روایة شاذة عن ابیحنیفة
رح وصاحبیه وحکمه ان لا
یقبلوه الا اذا وافق الاصول وکما فی
الهدایه و نحوها من تصحیح لبعض
الروایات الشاذة لحال الدلیل
و قسم هو تخریج من
المتاخرین اتفق علیه جمهور
الاصحاب وحکمه انهم یفتون به
علی کل حال و قسم
هو تخریج منهم لم یتفق
علیه جمهور الاصحاب
و حکمه ان یعرضه المفتی
علی الاصول والنظائر من کلام
السلف فان وجده موافقا
لها اخذ به والا
ترکه

کہ فتویٰ بطور نقل عبارت کے دیتا ہو نہ اجتہاد کے طور پر
دوسرا مسئلہ۔ جاننا چاہیئے کہ محققین فقہا کے
نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ مسائل فقہی چار قسم کے
ہین۔ اول قسم وہ ہین جو ظاہر مذہب مین ثابت
ہو چکے ہین اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا اُن کو ہر حال مین
قبول کرتے ہین خواہ وہ اصول فقہ کے موافق ہون یا
مخالف اور اسی وجہ سے تم مولف ہدایہ اور دوسرے
علما کو دیکھتے ہو کہ تجنیس کے مسائل مین فرق بیان
کرنے کے لیئے تکلف کرتے ہین۔ دوسری قسم وہ
مسائل ہین جن مین روایت شاذ ابو حنیفہ اور صاحبین
سے ہی اُن کا حکم یہ ہے کہ اُن کو پذیرا نہین کرتے مگر
اُس صورت مین کہ اصول کے موافق ہون اور
ہدایہ اور اُس جیسی اور کتابون مین تصحیح بعض روایات
شاذ کی بہت ہی دلیل کی وجہ سے۔ تیسری قسم وہ
مسائل ہین جنکو متاخرین نے نکالا ہے اور اُن پر
جمہور علما کا اتفاق ہے اور اُن کا حکم یہ ہے کہ فقہا
اُن کے بموجب ہر حال مین فتوے دیتے ہین۔
چوتھی قسم وہ مسائل ہین کہ متاخرین ہی نے نکالے
ہین مگر اُن پر جمہور علما متفق نہین ہوے اور اُن کا
حکم یہ ہے کہ مفتی اُن کو اصول پر اور کلام سلف
کی نظیرون پر پیش کرے پس اگر اُن کو موافق
اصول اور نظیرون کے پاوے تو اُن کو اختیار کرے
اور اگر موافق نہ پاوے تو اُن کو ترک کرے۔

وفی خزانۃ الروایات

نقلا عن بستان الفقیہ ابی اللیث
فی باب الاخذ عن الثقات ولو ان
رجلاً سمع حدیثا او سمع مقالۃً
فان لم یکن القائل ثقۃ فلا یسعہ
ان یقبل منہ الا ان یکون قولا
یوافق الاصول فیجوز العمل بہ والا
فلا وکذا لو وجد حدیثاً
مکتوبًا او مسئلۃ فان کان
موافقا للاصول جاز ان یعمل بہ
والا فلا وفی البحر الرائق عن ابی اللیث
قال سئل ابو نصر عن مسئلۃٍ وردت
علیہ ما تقول رحمک اللہ تعالی وقعت
عندک کتب اربعۃ کتاب ابراھیم بن
رستم وادب القاضی عن الخصاف
وکتاب المجرد وکتاب النوادر من جھۃ ھشام
ھل یجوز لنا ان نفتی منھا اولا وھذہ الکتب محمودۃ
عندک فقال ما صح عن اصحابنا فذلک علم
محبوب ومرغوب فیہ مرضی بہ واما الفتیا فانی
لا اری احدا ان یفتی بشئ لا یفھمہ ولا یحمل
اثقال الناس فان کانت
مسائل قد اشتھرت وظھرت
وانجلت عن اصحابنا

اور خزانۃ الروایات کے باب الاخذ عن الثقات مین
بستان فقیہ ابو اللیث سے منقول ہی کہ اگر کسی نے
کوئی حدیث سنی یا کوئی مقولہ سُنا تو اگر کہنے والا معتبر
نہو تو سامع کو روا نہین کہ گوینده سے اسکو پذیرا کرے
مگر اُس صورت مین کہ اُس کا قول اصول کے موافق
ہو تو ہو قت اسکے بموجب عمل کرنا درست ہی ورنہ ناجائز
اور اسی طرح اگر کوئی حدیث لکھی ہوئی یا کوئی مسئلہ
لکھا ہوا پاوے تو اگر اصول کے موافق ہو تو اسپر
عمل کرنا جائز ہے ورنہ درست نہین۔ اور بحر الرائق مین
ابو اللیث سے منقول ہی کہ اُنھون نے کہا کہ ابو نصر سے
کسی نے حال اُس مسئلہ کا پوچھا جو ابو نصر کے پاس
آیا تھا اسطرح کہ تم کیا فرماتے ہو اللہ تعالیٰ تمپر رحم کرے اس
صورت مین کہ ہمارے پاس چار کتابین موجود ہین ایک ابراہیم
بن رستم کی کتاب دوم خصاف کی آداب القاضی سوم کتاب مجرد
چہارم کتاب نوادر جو روایت خلیفہ ہشام کیطرف سے تمہارے
پاس ہین آیا ہمکو درست ہی کہ انہین سے دیکھکر ہم فتوی
دین یا درست نہین اور یہ کتابین تمہارے نزدیک اچھی
ہین۔ ابو نصر نے کہا کہ جو اقوال ہمارے ائمہ سے پایہ
صحت کو پہونچ گئے ہین وہ علم محبوب اور دل پسند لائق
رضامندی کے ہے اور فتوی دینے کا حال یہ ہی کہ مین
کسی کو جائز نہین جانتا کہ ایسی چیز کا فتوے دے جسکو
سمجھتا نہو اور لوگون کا وبال اپنی گردن پر لے اور اگر
مسائل مشہور اور ظاہر اور صاف منقول ہون ہمارے ائمہ

[illegible] الی الاعتماد علیھا فی النوازل
مسئلۃ اعلم ان المسئلۃ اذا کانت ذات
الخلاف بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ
[illegible] ان المجتھد فی المذھب یختار
من اقوالھم ما ھو اقوی دلیلا واقیس
تعلیلا وارفق بالناس ولذلک افتی
جماعات من علماء الحنفیۃ علی قول محمد رح
فی طھارۃ الماء المستعمل وعلی قولھما
فی اول وقت العصر والعشاء وفی
جواز المزارعۃ وکتبھم مشحونۃ بذلک
[illegible] یحتاج الی ایراد النقول وکذلک
الحال فی مذھب الشافعی رح فی
المنھاج وغیرہ فی الفرائض
[illegible] اصل المذھب عدم توریث ذوی
الارحام وقد افتی المتاخرون
عند عدم انتظام بیت المال
بتوریثھم وقد نقل فقیہ
[illegible] ابن زیاد فی فتاواہ مسائل
افتی المتاخرون فیھا
بخلاف المذھب منھا اخراج
[illegible] من الزکوۃ المفروضۃ
فی النقدین وعروض التجارۃ
[illegible] البلقینی بجوازہ ۱ ××

تو توقع کرتا ہون کہ مجکو وقائع مین اُن پر اعتماد کرنا روا ہو
یتسرا مسئلہ جاننا چاہیے کہ جب مسئلہ مین درمیان
امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے اختلاف ہو تو اُس کا
حکم یہ ہے کہ مجتہد فی المذہب اُن کے اقوال مین سے
ایسا قول اختیار کرے جس کی دلیل قوی تر اور علت
قیاس سے زیادہ موافق اور لوگونکے حق مین نرم تر ہو اور اسی
وجہ سے علمار حنفیہ کی بہت جماعتون نے آب مستعمل کے
پاک ہونے کے باب مین امام محمدؒ کے قول پر فتوی دیا ہی اور
اول وقت عصر اور عشا کے بارہ مین اور بٹائی پر کھیتی کے
جائز ہونے مین صاحبین کے قول پر فتوی دیا ہی اور ان
حنفی فقہا کی کتابین اس سے بھری ہین نقلون کے
لکھنے کی حاجت نہین۔ اور ایسا ہی حال مذہب شافعی
مین ہی چنانچہ منہاج وغیرہ کے فرائض یعنی بیان
میراث مین لکھا ہی کہ اصل مذہب شافعی یہ ہی کہ ذوی
الارحام کو وارث نکیا جائے یعنے اگر اہل فرض
اور عصبات نہون تو ترکہ بیت المال مین دیا جاوے
لیکن متاخرین نے فتوے دیا ہے کہ جب بیت المال کا
انتظام نہو تو ذوی الارحام کو وارث کرین۔ اور ابن
زیاد فقیہ یمن نے اپنے فتاوی مین چند مسئلہ ایسے
نقل کیے ہین جنمین متاخرین نے مذہب شافعی کے خلاف
فتوے دیا ہی ایک اُنمین سے پیسون کا ادا کرنا ہی اُس
زکوٰۃ مین جو سیم و زر اور اسباب تجارت مین فرض
ہوئی ہو بلقینی نے اس کے جائز ہونے کا فتوی دیا

وقال اعتقد جوازه ولكنه
مخالف لمذهب الشافعي رح وتبع
البلقيني في ذلك البخاري
ومنها دفع الزكوة الى الاشراف
العلويين افتى الامام فخر الدين
الرازي بجوازه في هذه
الازمنة حين منعوا سهمهم
من بيت المال وضرهم الفقر
ومنها بيع النحل في الكوارات
مع ما فيها من شمع وغيره اجاب
البلقيني بالجواز ونقل ابن زياد
عن الامام بن عجيل انه قال ثلث
مسائل في الزكوة يفتى
فيها بخلاف المذهب نقل الزكوة و
دفع الزكوة الى واحد ودفعها الى احد الاصناف
اقول وعندى في ذلك رأى وهو ان
المفتى في مذهب الشافعي رح سواء كان
مجتهدا في المذهب او متبحرا فيه اذا
احتاج في مسئلة الى غير مذهبه فعليه
بمذهب احمد رح فانه اجل اصحاب الشافعي رح
علما وديانة ومذهبه عند التحقيق
فرع لمذهب الشافعي ووجه
من وجوهه والله اعلم

اور کہا کہ مین اُس کو درست اعتقاد کرتا ہون لیکن
یہ مسئلہ مخالف ہے مذہب شافعی رح کے اور اس
مین بلقینی نے بخاری کا ساتھ دیا ہے۔ اور ایک
مسئلہ مال زکوٰۃ کا سادات علوی یعنی اولاد علی مرتضیٰ
کو جو بطن فاطمہ زہرا سے ہون دینا ہی کہ امام فخر الدین
رازی نے ان وقتون مین اُس کے جائز ہونیکا فتویٰ
دیا جب سادات کو بیت المال مین کا سہام روکدیا گیا اور
اونکو فقر نے تکلیف دی۔ اور ایک مسئلہ شہد کی مکھی
کو چھال مین معہ موم وغیرہ کے فروخت کرنا ہی کہ بلقینی
نے اسکے جواز کا حکم دیا۔ اور ابن زیاد نے امام ابن
عجیل سے نقل کیا ہے کہ انھون نے کہا کہ تین مسئلے
زکوٰۃ مین ایسے ہین جن مین مذہب کے خلاف فتویٰ دیا
جاتا ہی اول زکوٰۃ کو دوسرے شہر مین لیجانا دوم زکوٰۃ کو
ایک شخص کو دینی سوم زکوٰۃ صرف ایک صنف مصرف
کو حوالہ کرنی۔ مین کہتا ہون کہ میرے نزدیک ایک
اور تجویز اس باب مین ہے اور وہ یہ ہے کہ فتوی دہندہ
مذہب شافعی مین خواہ مجتہد فی المذہب ہے یا علامہ متبحر
جب کسی مسئلہ مین حاجتمند دوسرے مذہب کا ہو تو
امام احمد کا مذہب اختیار کرنا چاہیے کہ وہ علم اور دین
مین امام شافعی کے بڑے ذی شان شاگردون میں سے
ہین اور اُن کا مذہب تحقیق کرنے سے امام شافعی کے
مذہب کی ایک شاخ ہے اور اُنھین کے مذہب کی
صورتون مین سے ایک صورت ہی واللہ اعلم۔

فصل في المتبحر في المذهب وهو الحافظ
لكتب مذهبه وفيه مسائل ✦ ✦

مسئلة

من شرطه ان يكون صحيح الفهم
عارفا بالعربية واساليب الكلام
ومراتب الترجيح متفطنا لمعاني
كلامهم لا يخفى عليه غالبا تقييد
ما يكون مطلقا في الظاهر والمراد
منه المقيد واطلاق ما يكون مقيدا
في الظاهر والمراد منه المطلق نبّه على
ذلك ابن نجيم في البحر الرائق ويجب
عليه ان لا يفتى الا بأحد وجهين
اما ان يكون عنده طريق صحيح
يعتمد عليه الى امامه او يكون المسئلة
في كتاب مشهور تداولته الايدى
[illegible] النهر الفائق في كتاب القضاء
طريق نقل المفتى المقلد عن المجتهد
احد امرين اما ان يكون له سند اليه او يأخذ
من كتاب معروف تداولته الايدى نحو كتب
محمد بن الحسن ونحوها من التصانيف المشهورة
للمجتهدين لانه بمنزلة الخبر المتواتر او المشهور
هكذا ذكر الرازى فعلى هذا لو وجد بعض
[illegible] النوادر في زماننا لا يحل عزو ما فيها

تیسری فصل۔ مذہب مین علامہ کے بیان مین
جو اپنے مذہب کی کتابون کا حافظ ہو اور اس فصل
مین پانچ مسئلے ہین۔
مسئلہ اول۔ ایسے عالم کی ایک شرط یہ ہے کہ سمجھ
کا ٹھیک ہو اور زبان عربی اور کلام کے طریقون
اور ترجیح کے مراتب سے واقف اور عرب کی تقریر
کے معانی کو جلد سمجھتا ہو اُس پر اکثر مخفی نہ رہتا ہو
وہ لفظ جو ظاہر مین مطلق ہو اور مقید مراد لیا جاوے
اور جو ظاہر مین مقید ہو اور اُس سے مطلق مقصود ہو
ابن نجیم نے بحر الرائق مین اس شرط پر تنبیہ کی ہی
اور ایسے عالم پر واجب ہی کہ فتوی صرف دو صورتون
سے دیوے یا تو اُسکے پاس سند صحیح قابل اعتماد اُسکے
امام تک اس مسئلہ مین موجود ہو یا مسئلہ مذکور کسی
کتاب مشہور المروج مین مسطور ہو۔ نہر الفائق کے
کتاب القضا مین ہے کہ مفتی مقلد جو مجتہد کا قول
نقل کرے اُس کا طریقہ دو صورتون مین سے ایک
طرح پر ہوتا ہی یا اُس کے پاس اُسکے قول کی سند
مجتہد تک ہو یا اُس قول کو کسی کتاب معروف اور
مروج سے لے جیسے کتابین امام محمد کی اور اُن جیسی
اور مشہور تصنیفین مجتہدون کی ہین کیونکہ ان کتابون
مین ہونا بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہے اور ایسا ہی
امام رازی نے بیان کیا ہی تو اس تقدیر پر اگر کوئی نسخہ
نوادر کا ہمارے زمانہ مین ملے تو اُس مین کے قول کو

الی محمد ولا الی ابی یوسف رح لانها
لم تشتهر فی عصرنا فی دیارنا ولم تتداول
نعم اذا وجد النقل عن النوادر مثلاً
فی کتاب مشهور معروف کالهدایة
والمبسوط کان ذلک تعویلاً علی
ذلک الکتاب انتهی وفی فتاوی القنیة
فی باب ما یتعلق بالمفتی ان ما یوجد
من کلام رجل ومذهبه فی کتاب
معروف وقد تداولته الایدی فانه
جاز لمن نظر فیه ان یقول قال فلان
او فلان کذا وان لم یسمعه من احد نحو کتب محمد بن
الحسن رح وموطا مالک رح ونحوهما من الکتب المصنفة
فی اصناف العلوم لان وجود ذلک علی هذه الصفة
بمنزلة الخبر المتواتر والاستفاضة لا یحتاج مثله الی الاسناد
مسئلة اذا وجد المتبحر فی المذهب حدیثاً
صحیحاً یخالف مذهبه فهل له ان
یاخذ بالحدیث ویترک مذهبه فی تلک
المسئلة فی هذه المسئلة بحث طویل واطال
فیها صاحب خزانة الروایات نقلاً عن دستور المساکین
فلنورد کلامه من ذلک بعینه فان قیل
لو کان المقلد غیر المجتهد عالماً مستدلاً یعرف
قواعد الاصول ومعانی
النصوص والاخبار

امام محمد اور امام ابو یوسف کیطرف منسوب کے نا درست
ہوگا کیونکہ نوادر نہ ہمارے زمانہ میں مشہور ہوئی نہ
لوگوں میں مروج ہاں اگر نوادر کا کوئی قول مثلاً کسی کتاب
مشہور اور مروج میں مثل ہدایہ و مبسوط کے منقول ہے
تو اُس کتاب پر اعتماد ہوگا تمام ہوا قول نہر الفائق کا
اور فتاوی قنیہ کے باب ما یتعلق بالمفتی میں ہے کہ جو کلام کسی
شخص کا یا اُسکا مذہب کسی کتاب مشہور میں ہے جو لوگوں میں
رائج ہو رہی ہے تو اُس شخص کو جو کتاب مذکور میں نظر
ڈالے یہ کہنا درست ہے کہ فلان نے یا فلان نے ایسا
کہا ہے اگرچہ اُس قول کو کسی سے نہ سنا ہو جیسے کتابیں
امام محمد کی اور موطا امام مالک کی اور ان جیسی اور
کتابیں ہیں کہ اقسام علوم میں تصنیف ہوئی ہیں کیونکہ
اُس کلام کا اس صفت پر پایا جانا بمنزلہ خبر متواتر اور
مشہور کے ہے ایسا کلام سند کا حاجتمند نہیں ہے
دوسرا مسئلہ۔ جب ماہر در مذہب کوئی حدیث
صحیح پاوے کہ اُس کے مذہب کے مخالف ہے تو آیا اُسکو
جائز ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور اس مسئلہ خاص
میں اپنا مذہب چھوڑ دے اس سوال میں بڑی تقریر ہے
اور خزانة الروایات کے مؤلف نے دستور المساکین سے نقل
کر کے اسکو طول دیا ہے ہم انہیں سے اُسکا کچھ کلام بجنسہ
بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اگر سوال کیا جاوے کہ اگر
مجتہد تو نہ ہو مگر عالم استدلال کرنیوالا ہو کہ اُصول کے
قواعد اور نصوص اور اخبار کے معانی جانتا ہو

هل یجوز ان یعمل علیها وکیف یجوز وقد
قیل لا یجوز لغیر المجتهد ان یعمل الا
علی روایات مذهبه وفتاوی امامه ولا
یشتغل بمعانی النصوص والاخبار والعمل
علیها کالعامی قیل هذا فی العامی
الصرف الجاهل الذی لا یعرف
معانی النصوص والاحادیث وتاویلاتها
اما العالم الذی یعرف النصوص
والاخبار وهو من اهل الدرایة
وثبت عنده صحتها من المحدثین
او من کتبهم الموثوقة المشهورة المتداولة
یجوز له ان یعمل علیها
وان کان مخالفاً لمذهبه
یؤیده قول ابی حنیفة ومحمد
والشافعی واصحابه رحمه الله
وقول صاحب الهدایة فی روضة
العلماء الزندویسیة فی فضل
الصحابة سئل عن ابی حنیفة رحمة
الله علیه اذا قلت قولاً وکتاب الله
یخالفه قال اترکوا قولی بکتاب
الله فقیل اذا کان خبر الرسول صلی الله
علیه واله وسلم یخالفه قال اترکوا قولی بخبر رسول
الله صلی الله علیه وسلم فقیل اذا کان قول الصحابة

تو آیا ایسے مقلد کو درست ہے کہ حدیث پر عمل کرے اور
مقلد کو جائز کیسے ہوگا کہ علما لکھ چکے ہیں کہ غیر مجتہد کو
درست نہیں کہ بجز روایات اپنے مذہب اور فتووں
اپنے امام کے کسی اور پر عمل کرے اور نہ یہ درست ہے کہ
نصوص اور اخبار کے معانی میں اور اُنکے بموجب
عمل کرنے میں مشغول ہو جیسے عامی کو یہ باتیں درست
نہیں اس سوال کا جواب بعض نے یہ دیا ہے کہ اپنے مذہب
اور امام کی روایات پر پابند رہنے کا حکم اُس عامی
کے بارہ میں ہے کہ محض جاہل اور نصوص اور اخبار کے معانی
اور اُن کے تاویلوں سے ناواقف ہو باقی رہا وہ عالم کہ
نصوص اور اخبار سے واقف اور صاحب دانش ہو اور
اُس کے نزدیک صحت حدیث کی محدثوں سے یا اُن کی
کتابوں معتمد اور مشہور اور مروج سے ثابت ہوئی ہو تو
اُس کو جائز ہے کہ اس حدیث پر عمل کرے اگرچہ اُسکے
مذہب کے مخالف ہو اس کا مؤید قول امام ابو حنیفہ
اور محمد اور امام شافعی اور اُن کے ہمراہیوں کا اور
قول صاحب ہدایہ کا روضة العلماء زندویسیہ کے فضل
صحابہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہ رح سے پوچھا گیا کہ
جب تم کوئی قول کہو اور قرآن اُس کے مخالف ہو
امام نے کہا کہ میرا قول چھوڑ دو قرآن کے مقابل
پوچھا گیا کہ جب خبر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی
مخالف تمہارے قول کے ہو کہا کہ حدیث کے مقابل
بھی میرا قول ترک کرو پھر پوچھا گیا کہ اگر قول صحابہ کا

يخالفه قال اتركوا قولى بقول الصحابة
وفى الاقناع روى البيهقى فى السنن
عند الكلام على القراءة بسنده
قال قال الشافعى رح اذا قلت قولا
وكان النبى صلى الله عليه وآله وسلم
قال خلاف قولى فما يصح من حديث
النبى صلى الله عليه وآله وسلم
اولى فلا تقلدونى ونقل امام الحرمين
فى نهايته عن الشافعى رح انه قال
اذا بلغكم خبر صحيح يخالف مذهبى
فاتبعوه واعلموا انه مذهبى وقد صح
منصوصا انه قال اذا بلغكم عنى
مذهب وصح عندكم خبر على
مخالفته فاعلموا ان مذهبى موجب
الخبر وروى الخطيب باسناده
ان الدارکى من الشافعية كان
يستفتى وربما يفتى بغير
مذهب الشافعى رح وابى حنيفة
رحمه الله فيقال له هذا
يخالف قولهما
فيقول ويلكم حدث
فلان عن فلان عن النبى
صلى الله عليه وآله وسلم هكذا

اُس کے مخالف ہو کہا کہ میرے قول کو صحابہ کے قول
کے مقابل بھی چھوڑ دو - اور اقناع مین ہے کہ
بیہقی نے سنن مین قرارت کے ذکر کے قریب اپنی
سند سے روایت کیا ہے کہ راوی نے بیان کیا کہ
امام شافعی رح نے کہا ہے کہ جب مین کوئی قول کہون
اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے قول کے خلاف
فرمایا ہو تو جو حدیث پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے پایہ صحت
کو پہونچے وہ بہتر ہے اس صورت مین تم میری تقلید نکرنا
اور امام الحرمین نے اپنے نہایہ مین امام شافعی سے
نقل کیا ہے کہ اُنھون نے فرمایا کہ جب تمکو کوئی حدیث
ایسی پہونچے کہ میرے مذہب کے مخالف ہو تو اُس حدیث
کا اتباع کرنا اور اُس حدیث کو میرا مذہب جاننا - اور
یہ بھی مصرح ثابت ہوا ہی کہ اُنھون نے کہا ہی کہ جب
تمکو میرا مذہب کسی مسئلہ مین پہونچے اور تمھارے نزدیک
مین کوئی حدیث صحیح اُس کے مخالف ثابت ہو تو جان
لیجو کہ میرا مذہب حدیث مذکور ہی کا مضمون ہی - اور خطیب
نے اپنی اسناد سے روایت کیا ہی کہ دارکی شافعی
المذہب سے لوگ فتوی پوچھا کرتے تھے اور وہ بعض
اوقات ایسا فتوی دیتے کہ نہ شافعی کے مذہب کا ہو
نہ ابو حنیفہ کے مذہب کا تو لوگ اُن سے کہتے کہ یہ حکم مخالف
ہے دونون امامون کے قول کے وہ جواب دیتے کہ تمھارا
برا ہو فلان راوی نے فلان صحابی سے اور اُس نے
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی روایت کیا ہے

والاخذ بالحديث اولى من الاخذ
بقولهما اذا خالفاه وكذا يؤيده
ما ذكر فى الهداية فى مسئلة
صوم المحتجم لو احتجم وظن ان ذلك
يفطره ثم اكل متعمدا عليه القضاء
والكفارة لان الظن ما استند الى
دليل شرعى الا اذا افتاه فقيه
بالفساد لان الفتوى دليل شرعى
فى حقه ولو بلغه الحديث واعتمده
فكذلك عند محمد رح لان قول
الرسول صلى الله عليه وآله
وسلم
لا ينزل عن قول المفتى
فى الكافى والحميدى
اى لا يكون ادنى درجة
من قول المفتى وقول المفتى
يصلح دليلا شرعيا
فقول الرسول صلى الله عليه
وآله وسلم اولى وعن
ابى يوسف رح خلاف
ذلك لان على العامى
الاقتداء
بالفقهاء

اور حدیث کا حکم ماننا بہتر ہے دونون امامون کے قول
کو اختیار کرنے سے جس صورت مین کہ دونون نے خلاف
حدیث کہا ہو - اور اسی طرح عالم کو عمل بالحدیث
مخالف اپنے مذہب کے کرنیکا مؤید وہ ذکر ہے جو ہدایہ
مین پچھنے لگوانے والے کے روزہ کے مسئلہ مین لکھا ہے
کہ اگر کسی نے پچھنے لگوائے اور گمان کیا کہ اس فعل سے
اُسکا روزہ جاتا رہا پھر جان بوجھکر کھانا کھا لیا تو اُسپر
روزہ کی قضا اور کفارہ دونون لازم آئینگے کیونکہ
گمان وہی معتبر ہے جسکی سند کوئی شرعی دلیل ہو مگر
جس صورت مین کہ روزہ دار کو کسی فقیہ نے روزہ
کے ٹوٹ جانیکا فتوے دیا ہو تو کفارہ نہوگا اس لیئے
فتوے دلیل شرعی موجود ہے اُس کے حق مین اور
اگر اُس کو اس باب مین حدیث ملی اور اُس نے حدیث
پر اعتماد کر کے روزہ کا جانا معلوم کیا تب بھی امام
محمد کے نزدیک اس پر کفارہ نہوگا کیونکہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم کا قول مفتی کے قول سے
کم رتبہ نہین کافی اور حمیدی مین ہے کہ
اس کے یہ معنے کہ آپ کا ارشاد مفتی کے فتوے سے
درجہ مین کمتر نہوگا اور چونکہ مفتی کا قول دلیل
شرعی ہونے کی لیاقت رکھتا ہے تو ارشاد
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا بطریق اولے دلیل
شرعی ہوگا اور امام ابو یوسف سے اسکا خلاف
منقول ہی کیونکہ عامی پر فقہا کا اقتدا کرنا واجب ہے

لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة الاحادیث وان عرف تاویله یجب علیه الکفارة وفی المناوی بالاتفاق واما الجواب عن قول ابی یوسف رح ان للعامی الاقتداء بالفقهاء فمحمول علی العامی الصرف الجاهل الذی لایعرف معنی الاحادیث وتاویلاتها لانه اشار الیه بقوله لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة الاحادیث وکذا قوله وان عرف العامی تاویله تجب الکفارة یشیر الی ان المراد من العامی غیر العالم وفی الحمیدی العامی منسوب الی العامة وهم الجهال فعلم من هذه الاشارات ان مراد ابی یوسف رح ایضا من العامی الجاهل الذی لایعرف معنی النص وتاویله وفیما ذکر من قول ابی حنیفة والشافعی ومحمد رح یندفع قول القائل یجب العمل بالروایة بخلاف النص انتهی ما نقلناه من خزانة الروایات وفی المسئلة قول اخر وهو انه اذا لم یجمع الات الاجتهاد لا یجوز له العمل علی الحدیث بخلاف مذهبه لانه لایدری انه منسوخ او ماول او محکم محمول علی ظاهره وقال الی هذا القول ابن الحاجب فی مختصره وتابعوه

بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کے اُس کے حق مین اور اگر معنے متبر اُس حدیث کے جانتا ہوگا تو اُسپر کفارہ واجب ہوگا اور مناوی مین ہے کہ یہ مسئلہ بالاتفاق ہے اور امام ابو یوسف کے اس قول کیطرف سے جواب عامی کو اقتدا فقہا کا چاہیے یہ ہے کہ یہ قول محمول اس عامی محض اور جاہل پر ہی جو معنی احادیث کے اور انکی تاویلین نجانتا ہو کیونکہ خود اُنھون نے اسکی طرف اشارہ کیا ہی اپنے اس قول مین کہ بوجہ راہ نملنے شناخت حدیث کی اُسکے حق مین اور اسی طرح اُنکا یہ قول کہ اگر حدیث کی معنی معتبر جانیگا تو کفارہ واجب ہوگا اشارہ کرتا ہی اس بات کا کہ مراد عامی سے وہی ہی جو عالم نہو — اور حمیدی مین ہی کہ عامی منسوب ہی عامہ کیطرف جو جاہل ہوتے ہین تو ان اشارات سے معلوم ہوا کہ مراد ابو یوسف کی عامی سے وہ جاہل ہے کہ نص کے معنے اور تاویل نجانتا ہو اور اقوال ابو حنیفہ اور شافعی اور محمد کے جو مذکور ہوئے اُنسے کہنے والے کا یہ قول دفع ہوا کہ روایت مذہب پر عمل کرنا واجب ہی جو مخالف نص کے ہو تمام ہوئی وہ عبارت جو ہم نے خزانۃ الروایات سے نقل کی اور اس مسئلہ مین ایک اور قول بھی ہی وہ یہ کہ جب عالم آلات اجتہاد کے نرکھتا ہو تو اسکو اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا درست نہین کیونکہ اُس کو معلوم نہین کہ حدیث منسوخ ہے یا ماؤل یا محکم ہے اپنے ظاہر معنے پر محمول اور ابن حاجب نے اپنی مختصر مین اور اُسکے تابعین نے اسی قول پر میل کیا ہے

وردّ بانه ان اراد عدم التیقن بنفی هذه الاحتمالات فالمجتهد ایضا لایحصل له الیقین بذلک وانما یبنی اکثر امره علی غالب الظن وان اراد انه لایدری ذلک بغالب الرأی منعناه فی صورة النزاع لان المتبحر فی المذهب المتتبع لکتب القوم الحافظ من الحدیث والفقه جملة صالحة کثیرا ما یحصل له غالب الظن بان الحدیث غیر منسوخ ولا ماول بتاویل یجب القول به وانما البحث فیما حصل له ذلک والمختار ههنا هو قول ثالث

وهو ما اختاره ابن الصلاح وتبعه النووی وصححه قال ابن الصلاح من وجد من الشافعیة حدیثا یخالف مذهبه نظر ان کملت له الة الاجتهاد مطلقا او فی ذلک الباب والمسئلة کان له الاستقلال بالعمل به وان لم یکمل وشق مخالفة الحدیث بعد ان یبحث

اور یہ قول رد کیا گیا ہے اس طرح کہ حدیث کا حال معلوم نہونے سے اگر یہ غرض ہے کہ منسوخ وغیرہ نہونے کے حال پر اُس کو یقین نہو تو یقین ان امور کا تو مجتہد کو بھی نہین ہوتا بلکہ وہ اکثر اپنے اجتہاد کو گمان غالب پر مبنی کرتا ہے اور اگر قائل نے یہ ارادہ کیا ہے کہ غالب رائے سے نہین جانتا تو اس کو ہم صورت متنازعہ مین نہین مانتے کیونکہ جو شخص نہایت ماہر مذہب مین ہو اور قوم کی کتابین دیکھتا رہے اور حدیث وفقہ کی مقدار شائستہ یاد رکھتا ہو تو اُس کو اکثر گمان غالب ہوجاتا ہے اسبات کا کہ حدیث نہ منسوخ ہے اور نہ ماول ایسی تاویل سے کہ اُس تاویل کا قائل ہونا واجب ہو علاوہ ازین گفتگو اُسی صورت مین ہی کہ ماہر در مذہب کو یہ ظن حاصل ہوچکا ہو — اور یہان ایک تیسرا قول ہے جس کو ابن صلاح نے پسند کیا اور نووی نے اُس کا ساتھ دیا اور اس قول کو صحیح کیا ہے ابن صلاح نے کہا کہ جو شخص شافعیون مین سے کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پاوے تو دیکھا جاوے کہ اگر اسمین استعداد اجتہاد مطلق کی پوری ہو یا اُسی خاص باب اور مسئلہ مین اجتہاد کامل رکھتا ہو تو اسکو عمل کرنا اس حدیث پر بطور خود جائز ہوگا اور اگر مایہ استعداد کامل نہین ہے اور حدیث کی مخالفت اسپر دشوار ہی بعد اسکے کہ تفحص کرچکا

فلم يجد لمخالفته جوابا شافيا عنه
فله العمل به ان كان عمل به امام مستقل
غير الشافعي رح ويكون هذا عذرا
في ترك مذهب امامه
ههنا
وحسّنه النووي وقرّره
مسئلة اذا اراد هذا المتبحّر
في المذهب ان يعمل في مسئلة بخلاف
مذهب امامه مقلدا فيها لامام
آخر هل يجوز له ذلك
اختلفوا فيه فمنعه الغزالي
وشرذمة وهو قول ضعيف
عند الجمهور لانّ مبناه على انّ الانسان
يجب عليه انّ يأخذ بالدليل
فاذا فات ذلك لجهله بالدليل
اقمنا اعتقاد افضلية امامه
مقام الدليل فلا يجوز له ان يخرج
من مذهبه كما لا يجوز له ان
يخالف الدليل الشرعي وردّ بان اعتقاد
افضلية الامام
على سائر الائمة مطلقا غير
لازم في صحة التقليد اجماعا لانّ
الصحابة والتابعين كانوا يعتقدون

اور حدیث کی مخالفت کرنے کا کوئی جواب شافی اپنی
طرف سے نپایا تو اُس کو عمل کرنا اُس حدیث پر اِس
شرط سے روا ہی کہ کسی امام مستقل نے امام شافعی کے
سوا اُس پر عمل کیا ہو اور یہ امر اُسکو اپنے امام کے
مذہب چھوڑنیکا اس مقام پر عذر ہوگا اور اِس قول
کو نوَوِی نے اچھا کہا ہے اور اسکو ثابت رکھا ہے
تیسرا مسئلہ - جب ایسا مذہب مین علامہ یون
چاہے کہ کسی مسئلہ مین دوسرے امام کی تقلید کرکے
اپنے امام کے مذہب کے خلاف عمل کرے تو سوال
یہ ہے کہ یہ امر اسکو جائز ہے یا نہین اس کے
جواب مین علمانے اختلاف کیا ہے امام غزالی
اور چند علمانے اُسکو ناجائز کہا ہے اور جمہور کے
نزدیک عدم جواز قول ضعیف ہی اسلیے کہ بنا اُسکی
اِسبات پر ہے کہ آدمی پر دلیل کے ساتھ مذہب اختیار
کرنا واجب ہی اور جب دلیل کے نہ معلوم ہونے سے
اختیار مذہب فوت ہوگیا تو ہمنے اُسکے امام کے افضل
ہونیکے اعتقاد کو قائم مقام دلیل کے ٹھیرایا اس لیے
اُسکو درست نہین کہ اپنے مذہب سے نکلے جیسے یہ درست
نہین کہ دلیل شرعی کے خلاف کرے اور یہ حجت اِس
طرح پر رد کی گئی ہے کہ امام کے افضل ہونے کا
اعتقاد مطلقاً سب اماموں پر تقلید کے درست
ہونے مین بالاتفاق ضروری نہین اس لیے
کہ صحابہ اور تابعین یہ اعتقاد رکھتے تھے

انّ خير هذه الامة ابو بكر رض ثم عمر رض
وكانوا يقلّدون في كثير
من المسائل غيرهما
بخلاف قولهما ولم ينكر
على ذلك احد فكان اجماعا
على ما قلناه واما افضلية مقلّده
في هذه المسئلة فلا سبيل
الى معرفتها للمقلد الصرف
فلا يجوز ان يكون شرطا
للتقليد اذ يلزم ان لا يصحّ تقليد
جمهور المقلدين ولو سلّم
في مسئلتنا هذه هذا
الحكم لا لكم لانه كثيرا
ما يطلع على حديث يخالف مذهب
امامه او يجد قياسا قويا
يخالف مذهبه
فيعتقد الافضلية في تلك
المسئلة لغيره وذهب
الاكثرون الى جوازه
منهم الآمدي وابن
الحاجب وابن
الهمام

کہ اِس اُمت کے سب سے افضل ابوبکر صدیق
پھر عمر فاروق ہین حالانکہ بہت سے مسائل
مین ان دونون کے قول کے خلاف دوسرون
کے قول کی تقلید کرتے تھے اور اِس بات
پر کسی نے انکار نہین کیا تو جس بات کو
ہم نے بیان کیا اُسپر اجماع ثابت ہوا
رہا امام کے قول کا افضل ہونا اِس خاص
مسئلہ مین تو اُس کے پہچاننے کی سبیل
نرے مقلد کو کچھ نہین پس یہ بات تقلید کی
شرط بھی نہین ہو سکتی کیونکہ اِس سے لازم
آتا ہے کہ عام مقلدون کی تقلید درست
نہو اور اگر بالفرض اِس شرط کو مان بھی
لین تو ہمارے اِس مسئلہ مین یہ تم ہی پر
پڑیگی تم کو کچھ مفید نہوگی کیونکہ ایسا عالم
اکثر ایسی حدیث پر آگاہ ہوتا ہے کہ اُس کے
امام کے مذہب کے مخالف ہو یا کوئی
قیاس قوی مخالف اُس کے مذہب کے
پاتا ہے تو اِس صورت مین فضل اصل ہونا
دوسرے کے قول کا اِس مسئلہ مین اعتقاد
کر لیتا ہے۔ اور اکثر علما اسطرف گئے ہین
کہ ایسے عالم کو اپنے امام کے مذہب کے
خلاف عمل کرنا درست ہے ان مجوزین
مین سے آمدی اور ابن حاجب اور ابن ہمام

والنووی واتباعه کابن حجر والرملی وجماعات من الحنابلة والمالکیة ممن یفضی ذکر اسماءهم الی التطویل و هو الذی اتفقه علیه الاتفاق من مفتی المذاهب الاربعة من المتاخرین واستخرجوه من کلام اوائلهم ولهم رسائل مستقلة فی هذه المسئلة الا انهم اختلفوا فی شرط جوازه فمنهم من قال لا یرجع فیما قلد اتفاقاً فسره ابن الهمام فقال ای عمل به واختلف الشراح فی معنی هذه الکلمة فقیل فیما عمل به بخصوصه بان یقضی تلک الصلوة الواقعة علی المذهب الاول مثلا وهو الصحیح الذی لا یتجه غیره عند التحقیق وقیل بجنسه ورد بانه لیس اتفاقیاً بل اکثر ما روی عن السلف هو العمل بخلاف المذهب فیما کانوا یعملون به

اور نووی اور اُس کے تابعین مثل ابن حجر اور رملی کے اور بہت جماعتین حنبلیون اور مالکیون مین سے ہین جن کے نامون کا ذکر کرنا نوبت بطول پہونچا ہے اور اسی جواز پر اتفاق چارون مذہب کے مفتیون کا متاخرین مین سے ہو گیا ہے اور اُنھون نے اس جواز کو پہلون کے کلام سے نکالا ہے اور اس مسئلہ مین جدا گانہ رسالے تالیف کیئے ہین مگر عمل بخلاف مذہب کے جائز ہونے کی شرط مین اختلاف کیا ہے بعضون نے تو یہ کہا ہے کہ جس مین تقلید کر چکا اُس مین بالاتفاق رجوع نہ کرے ابن ہمام نے اسکی تفسیر یہ کی کہ جس مین عمل کر لیا شرح کرنے والے ابن ہمام کے اس لفظ کے معنے مین اختلاف رکھتے ہین کسی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ جس عمل خاص کو کر لیا ہو اُس مین رجوع نہ کرے اسطرح کہ مثلا جو نمازین کہ پہلے مذہب پر ہوئی تھین اُن کو قضا کرنے لگے اور یہ قول ایسا صحیح ہے کہ تحقیق کے وقت دوسرا قول نہین بنتا۔ اور کسی نے کہا کہ یہ غرض ہے کہ جس عمل کی جنس کر لی ہو اُس مین رجوع نہ کرے اور یہ قول رد کیا گیا ہے اس طرح کہ یہ امر بالاتفاق نہین بلکہ سلف سے جو اکثر مروی ہے عمل کرنا مذہب کے خلاف اُنھین صورتون مین ہے جن پر وہ عمل کرتے تھے

ومنهم من قال لا یلتقط الرخص فقیل یعنی ما سهل علیه وقد بان النبی صلی الله علیه واله وسلم کان اذا خیر اختار اهون الامرین ما لم یکن اثما وقیل ما لا یقوّیه الدلیل بل الدلیل الصحیح الصریح قام بخلافه مثل المتعة والصرف وهذا وجه وجیه وجدت فی کتاب التلخیص فی تخریج احادیث الرافعی للحافظ ابن حجر العسقلانی فی کتاب النکاح منه نقلا عن الحاکم فی کتاب علوم الحدیث باسناده الی الاوزاعی قال یجتنب او یترک من قول اهل الحجاز خمس ومن قول اهل العراق خمس من اقوال اهل الحجاز استماع الملاهی والمتعة واتیان النساء فی ادبارهن والصرف والجمع بین الصلوتین بغیر عذر

اور بعضون نے یہ کہا ہے کہ جواز کی شرط یہ ہے کہ رخصتون کو نہ چھانٹے کسی نے رخصتون سے مراد یہ کہی ہے کہ جو اعمال اُس پر آسان ہون اور یہ مراد لینا اس طرح پر رد کیا گیا کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب آپ کو دو چیزون کا اختیار ملتا تو آپ دونون مین سے زیادہ آسان کو پسند کرتے بشرطیکہ وہ گناہ نہوتی اور کسی نے مراد رخصت سے یہ لی کہ جسکی تقویت دلیل نہ کرے بلکہ دلیل صحیح اور صریح اُسکے خلاف پر قائم ہو جیسے متعہ اور بیع صرف کو جائز کہنا اور یہ ایک عمدہ وجہ ہے۔ مینے کتاب تلخیص مولفہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی جو دربارہ بیان اسناد حدیث رافعی کے ہے کتاب النکاح مین حاکم کی کتاب علوم الحدیث سے منقول یہ مضمون دیکھا ہے جسکی سند حاکم نے اوزاعی تک کی ہے کہ انھون نے کہا کہ اہل حجاز کی پانچ باتون سے اور اہل عراق کی پانچ باتون سے کنارہ کیا جاوے یا اُنکو ترک کیا جاوے اہل حجاز کے پانچ قول یہ ہین آلات لہو کا سُننا متعہ کرنا عورتون کے مقام پاخانہ مین صحبت کرنا بیع صرف کرنا دو نمازون کو بلا عذر ایک ساتھ پڑھنا

ومن قول اهل العراق شرب النبيذ و تاخير العصر حتے يكون ظل الشئ اربعة امثاله ولا جمعة الا فى سبعة امصار والفرار من الزحف والاكل بعد الفجر فى رمضان ثم قال ابن حجر وروى عبد الرزاق عن معمر لو ان رجلا اخذ بقول اهل المدينة فى استماع الغناء واتيان النساء فى ادبارهن وبقول اهل مكة فى المتعة والصرف وبقول اهل الكوفة فى المسكر كان شر عباد الله ومنهم من قال لا يلفق بحيث يتركب حقيقة ممتنعة عند الامامين قيل الممنوع ان يتركب حقيقة ممتنعة فى مسئلة واحدة مثل الوضوء بلا ترتيب ثم خرج منه الدم السائل او فى مسئلتين كما اذا طهر الثوب بمذهب الشافعى وصلى بمذهب ابى حنيفة ويتجه ان يقال فيه بحث لانه ان كان المقصود من هذا القيد ان لا يخرج مجموع ما انتحله من الاتفاق فهو حاصل فى مسئلتين ايضا وان كان المقصود ان لا يخرج هذه المسئلة وحدها من الاجماع

اور اہل عراق کے پانچ قول یہ ہین - نبیذ کا پینا نماز عصر مین اتنی تاخیر کہ چیز کا سایہ اُس کا چہار چند ہو جاوے جمعہ کا بجز سات شہرون کے دوسری جگہ نہونا صف جہاد سے بھاگ جانا رمضان شریف مین فجر کے بعد کھانا۔

پھر ابن حجر نے کہا کہ عبد الرزاق نے معمر سے روایت کیا ہے کہ اگر کسی شخص نے راگ سننے کے بارہ مین اور عورتون سے پشت کیجانب صحبت کرنمین مدینہ والونکا قول اختیار کیا اور متعہ اور بیع صرف کرنمین مکہ والونکا اور نشہ آور چیز کے پینے مین کوفہ والون کا قول لیا تو ایسا آدمی بدترین بندگان خدا ہوگا - اور بعض نے عمل خلاف مذہب کے جواز کی شرط یہ بیان کی ہے کہ عمل کنندہ تلفیق نکرے یعنے ایسی طرح درہم برہم نکرے کہ دونون اامون کے نزدیک ایک ناممکن صورت بنجاوے بعض نے کہا کہ ناجائز وہ تلفیق ہے کہ ایک ہی مسئلہ مین ناممکن صورت بنجاوے مثلاً وضو بے ترتیب کی پھر اُس کے بدن سے بہتا ہوا خون نکل آیا دو مسئلون مین ناجائز نہین مثلاً کپڑے کو امام شافعی کے مذہب کے بموجب پاک کیا اور نماز ابو حنیفہ کے مذہب پر پڑھی اور ہو سکتا ہے کہ کہا جاوے کہ اس قول مین کلام ہے کیونکہ تلفیق نہونیکی قید سے اگر یہ مقصود ہے کہ تمام عمل جو عمل کنندہ نے کیا دونون اامون کے اتفاق سے باہر نہو تو یہ بات تو دو مسئلون مین بھی موجود ہے اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہی مسئلہ تنہا اجماع اامین سے باہر

... منه اشتراط كونه مذهبا للاجتهاد فيه مساغ كما ياتى ومنهم من قال لا يكون المذهب الذى يذهب اليه مما ينقض فيه قضاء القاضى وهذا وجيه والاحتراز منه يحصل اذا قلد واحدا من المذاهب الاربعة المقبولة المشهورة ومنهم من قال ينشرح صدره فى تلك المسئلة بما قلد فيه غير امامه ولا يتصور الا فى المتبحر وقيل اذا اتبع الاكثر والقول المشهور فخروجه من مذهب امامه حسن واذا كان بالعكس فقبيح هذا خلاصة ما فى رسائلهم مع تنقيح

وتقرير

وانا اختار فى الجواز شرط ان لا ينقض قضاء قاضى به سواء كان النقض لاجتماع معنيين كل واحد منهما صحيح كالنكاح بغير الشاهدين ولا اعلان ....

تو اُس کے عوض یہ شرط لگانا کافی ہے کہ وہ امر ایسا ہو جس مین اجتہاد درست ہو چنانچہ آیندہ آویگا - اور بعض نے جواز عمل خلاف مذہب کی شرط یہ بیان کی ہے کہ جس مذہب یعنی مسئلہ کیطرف وہ جاتا ہے وہ اُس قسم سے نہو جس سے حکم حاکم ٹوٹتا ہو اور یہ شرط عمدہ ہے اور اس قسم سے احتراز اُس صورتمین ہوتا ہے کہ چارون مذہب مقبول اور مشہور مین سے کسی ایک مذہب کی تقلید کرے - اور بعض نے جواز عمل خلاف مذہب کی شرط یہ کہی ہے کہ عمل کنندہ کا سینہ اُسی مسئلہ مین اُس قول سے کھل جاوے جسمین اپنے امام کے سوا دوسرے کی تقلید کرتا ہے اور سینہ کا کھلنا بجز علامۂ مذہب کے متصور نہین - اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر اکثر ائمہ کا اور قول مشہور کا اتباع کریگا تو اپنے امام کے مذہب سے نکلنا اچھا ہے اور اس کے عکس کی صورت مین بُرا ہے - یہی خلاصہ اُس مضمون کا جو علما کے رسالون مین ہے اور تنقیح اور تحریر ہم نے زیادہ کی ہے ہر ایک کے مضمون مین -

اور مین جواز عمل خلاف مذہب مین یہ شرط پسند کرتا ہون کہ عمل مذکور سے حکم حاکم نہ ٹوٹے خواہ یہ ٹوٹنا دو معنون کے جمع ہونے سے ہو کہ ہر ایک دونون مین سے درست ہو مثلاً نکاح بدون اجتماع گواہون کے اور بدون اعلان کے کرنا

اولغيره وفى الاختيار شرط الشارح الصدر
لمعنى فى الدليل او كثرة من عمل به
فى السلف او كونه احوط او كونه
تفصيا من مضيق لا يمكن له الطاعة
معه لقوله صلى الله عليه وآله وسلم
اذا امرتكم بامر فأتوا منه بما
استطعتم ونحو ذلك من المعانى
المعتبرة فى الشرع لا لمجرد الهوى
وطلب الدنيا وفى الوجوب شرط
ان يتعلق به حق لغيره فيقضى
القاضى بخلاف مذهبه فى خزانة
الروايات فى كشف القناع واذا
قلد فقيها فى شئ هل يجوز له ان يرجع
عنه الى فقيه آخر المسئلة على
وجهين احدهما ان لا يكون
التزم مذهبا معينا كمذهب
ابى حنيفة والشافعى وغيرهما والثانى
التزم فقال لانه ملتزم
متبع ففى الوجه الاول قال
ابن الحاجب لا يرجع
بعد تقليده فيما
قلده
اتفاقا

یا حکم کا ٹوٹنا کسی دوسری وجہ سے ہو۔ اور عمل خلاف
مذہب مختار ہونیکی صورت مین یہ شرط پسند کرتا ہون
کہ عمل کے لیئے سینہ کا کھلنا کسی دلیل کی وجہ سے یا کثرت
عاملین سلف کیوجہ سے یا اُس عمل کے محتاط تر ہونے کے
سبب سے ہو یا اُس عمل کے باعث اُس دشواری سے
نجات ہوتی ہو جس کے ہوتے ہوئے فرمان پذیری اس
ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سے بن نسکے
کہ جب مین تمکو کسی بات کا حکم کرون تو اُس مین سے جسقدر
تمسے ہو سکے بجالاؤ اور اسی طرح کی اور وجہون سے ہو
جو شرع مین معتبر ہین صرف خواہش نفس اور دنیا کی طلب
کی وجہ سے سینہ کا کھلنا نہو۔ اور عمل خلاف مذہب کے
واجب ہونے مین یہ شرط پسند کرتا ہون کہ عامل کے
ذمہ پر دوسرے کا حق لگا ہوا ہو اور قاضی اُسکے مذہب کے
خلاف حکم لگا دے یعنی اس صورت مین عمل خلاف مذہب واجب ہے
خزانۃ الروایات مین ہے کہ کشف القناع مین مذکور ہے
کہ اگر ایک مسئلہ مین آدمی ایک فقیہ کی تقلید کرتا ہے
تو اُس کو جائز ہے یا نہین کہ فقیہ اول کو چھوڑ کر کسی
دوسرے فقیہ کیطرف رجوع کرے یہ سوال دو صورت پر
ہے اول یہ کہ مقلد نے التزام ایک خاص مذہب کا مثل ابو حنیفہ
اور شافعی کے مذہب کے نہین کیا دوم یہ کہ التزام مذہب
معین کا کیا اور کہا کہ مین التزام کے ساتھ مقلد ہون تو
تو اول صورت مین ابن حاجب نے کہا کہ جس عمل مین
تقلید کر چکا ہے اُس مین بعد تقلید کے بالاتفاق رجوع نکرے

الى فقيه آخر المختار الجواز
لقوله تعالى فاسئلوا اهل الذكر
ان كنتم لا تعلمون فالقول
بوجوب الرجوع الى من قلده
اولا فى مسئلة يكون تقييد
النص وهو يجرى مجرى النسخ
على ما تقرر فى الاصول وبقوله
صلى الله عليه وآله وسلم اصحابى
كالنجوم بايهم اقتديتم اهتديتم
وان العوام فى السلف كانوا يستفتون
الفقهاء من غير رجوع الى
معين من غير انكار فحل محل
الاجماع على الجواز كذا فى شرح
ابن الحاجب واما الجواب
فى الوجه الثانى وهو ما اذا
التزم مذهبا معينا كابى حنيفة
والشافعى رح ففيه اشار ابن الحاجب
الى الاختلاف فى ذلك من اختلاف
مذهبه واشار انه اختلف العلماء
فى ذلك على ثلثة اقاويل فقيل لا يجوز
مطلقا وقيل يجوز مطلقا والقول الثالث
انه فى هذا الوجه والوجه الاول
سواء فلا يجوز ان يرجع عنها

اور دوسرے عمل مین مختار قول یہ ہے کہ رجوع کرنا
جائز ہے کیونکہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے فاسئلوا
اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون تو اب کسی مسئلہ مین
جسکی تقلید اول کر لی ہے اسی کی طرف رجوع
کرنے کو واجب کہنا اس آیت کو مقید کرنا ٹھیریگا
جو قائم مقام آیت کے منسوخ کرنیکے ہے جیسا کہ اصول
مین ٹھہر چکا ہے۔ اور ایک دلیل جواز رجوع کی
یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ میرے
اصحاب ستارون کی طرح ہین جس کسیکا اقتدا
کروگے راہ پاؤگے۔ علاوہ ازین سلف میں عوام
کا دستور تھا کہ فقہا سے فتوے پوچھتے بدون
اس کے کہ شخص معین کیطرف رجوع کرین اور اس بات
پر کوئی انکار نکرتا تو یہ معاملہ بھی جواز رجوع کے
لیئے قائم مقام اجماع کے ہو گیا ایسا ہی ہے شرح ابن
حاجب مین۔ اور دوسری صورت کے جواب مین
یعنی جس صورت مین کہ مقلد نے التزام کسی مذہب
معین کا مثل ابو حنیفہ اور شافعی کے کیا ہو ابن
حاجب نے اپنے مذہب کے اختلاف کیوجہ سے اس بات
مین اختلاف کا اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ علماء نے
اس مین تین قول مختلف کہے ہین کسی نے تو کہا کہ
مطلق جائز نہین اور کسی نے کہا کہ مطلقاً رجوع درست ہے
اور تیسرا قول یہ ہے کہ حکم اس صورت مین اور پہلی صورت مین برابر
ہے یعنے رجوع کرنا فقیہ اول کی تقلید سے جائز نہین

بعة تقليده فيما قلده اى عمل به ويجوز فى
غيره وفى عمدة الاحكام من الفتاوى
الصوفية سُئل يوم عيد الفطر
انا نرى بعض الناس يتطوعون
فى الجامع عند الزوال فنمنعهم عن
ذلك ونخبرهم عن ورود النهى
عن الصلوة فى الاوقات الثلثة
قال اما المنع فلا كيلا ندخل تحت قوله تعالى
ارايت الذى ينهى عبدًا اذا صلّى ولا نتيقن
وقت الزوال بل عسى ان يكون قبله
او بعده ولئن كان وقته فقد
روى عن ابى يوسف رح لا يكره ذلك
التطوع عند الزوال يوم الجمعة
والشافعى رح لا يكره ذلك فى جميع
الايام فلئن اعترضت على هذا المصلى
فعسى ان يجيبك انه نقلد فى هذه
المسئلة من يرى جواز ذلك او يحتج
عليك بما احتج به من اجاز ذلك فليس
لك ان تنكر على من قلد
مجتهدًا او احتج دليلًا
وفيها ايضا من التجنيس والمزيد
ودعا فقلده
هذا المصلى

جبکہ تقلید فقیہ اول کی کسی مسئلہ مین کرلی ہو یعنی اُس
بموجب عمل کرلیا ہو اور دوسری صورت مین رجوع جائز [illegible]
اور عمدۃ الاحکام مین فتاوے صوفیہ سے منقول [illegible]
کہ ابن جاجب روز عید فطر کے پوچھا گیا کہ ہم بعض
لوگون کو دیکھتے ہین کہ جامع مسجد مین زوال کیوقت
نماز نفل پڑھتے ہین تو ہم اُن کو اس نفل پڑھنے سے
روکتے ہین اور اُن کو آگاہ کرتے ہین کہ تین وقتون مین
نماز کی ممانعت آئی ہو اُنھون نے کہا کہ نفل پڑھنے والے
روکو نہین تاکہ تم اس ارشاد خداوندی کے مضمون مین
آجاؤ ارایت الذی ینہی عبدا اذا صلی اور ایک وجہ
تمکو یقین وقت زوال نہین بلکہ شاید وہ وقت زوال
پہلے یا پیچھے ہو اور اگر زوال ہی کا وقت ہو تو
ابو یوسف سے منقول ہے کہ وہ اس نفل پڑھنے کو زوال
کیوقت جمعہ کے دن مکروہ نہین جانتے تھے اور امام شافعی
اُس کو سب دنون مین مکروہ نہین جانتے تو اگر تم اس
نفل پڑھنے والے پر اعتراض کروگے تو عجب نہین
وہ تمکو یہ جوابدے کہ مین نے اس مسئلہ مین اُس امام کی
تقلید کی ہو جو اُسکے جواز کا معتقد ہو یا تم پر وہ حجت
کریگا جو تمکو اُس عالم نے قائم کی جو اس فعل کو جائز [illegible]
ہے غرض کہ تمکو انکار کرنا درست نہین ایسے شخص پر
کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے یا کوئی حجت شرعی [illegible]
اور نیز عمدۃ الاحکام مین تجنیس اور مزید سے [illegible]
کہ بعض اوقات یہ نمازی مجتہد مجوز کی تقلید کر [illegible]

[illegible] من فعل فعلا مجتهدا او تقلد
[illegible] وفى الظهيرية ومن فعل فعلا
[illegible] مجتهدا فيه او قلد مجتهدا فى فعل
[illegible] فيه فلا عار ولا شناعة
ولا انكار عليه
[illegible] فى المنهاج للبيضاوى لو رأى
الزوج لفظا كناية وراته المرأة
صريحا فله الطلب
ولها الامتناع
فيراجعان الى
غيرهما

فائدة

[illegible] رجل شافعى الاختلاف بين
[illegible] الانوار فاجبته بما يحل
الاختلاف فى كتاب القضاء
من كتاب الانوار ما حاصله
[illegible] هذه المذاهب الاربعة
[illegible] للمقلد ان ينتقل من مذهب
[illegible] الى مذهب آخر وكذا لو قلد
[illegible] فى بعض المسائل وآخر
فى البعض الآخر حتى لو اختار
[illegible] مذهب الاهون كالحنفى اذا افتصد
[illegible] الشافعى رح لعلة يتوضأ

تو اُس شخص پر انکار نہین کیا جائیگا جس نے
کوئی فعل قابل اجتہاد کیا یا کسی مجتہد کی تقلید
کی۔ اور ظہیریہ مین ہو کہ جو شخص کوئی فعل کرے
جسمین اختلاف مجتہدین ہو یا ایسے فعل
اختلافی مین کسی مجتہد کی تقلید کرے تو اُس پر
نہ کچھ ننگ ہو نہ عیب نہ انکار۔ اور بیضاوی کی
منہاج مین ہو کہ اگر شوہر نے کسی لفظ کو کنایۂ
طلاق جانا اور عورت نے اُسکو صریح طلاق
سمجھا تو شوہر کو عورت سے طلب صحبت جائز ہے
اور عورت کو شوہر سے ہمکنار رہنا درست ہے اسلیئے
دونون کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھین۔
فائدہ۔ ایک شخص شافعی نے انوار کی دو
عبارتون کا اختلاف مشکل سمجھا تو مینے اُسکو
جواب ایسی طرح دیا جس سے وہ اختلاف حل
ہوجائے یعنی انوار کی کتاب القضا مین تو یہ
عبارت ہو جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ چارون
مذہب قلم بند ہوگئے تو مقلد کو درست ہے کہ ایک
مجتہد کے مذہب سے دوسرے کے مذہب مین چلا جائے
اور اسی طرح اگر بعض مسائل مین ایک امام کی
تقلید کرے اور بعض مین دوسرے امام کی یہانتک
کہ اگر ہر مذہب مین سے آسان تر کو اختیار کرے
مثلاً حنفی شخص جب فصد کھلوائے اور چاہے کہ امام شافعی
کے مذہب پر عمل کرے تاکہ دوبارہ وضو نکرے یا

الشافعی مس فرجه او امرأة واراد
ان یاخذ بالحنفی لئلا یتوضأ
وغیر ذلک من المسائل جاز هذا
حاصل کلام صاحب الانوار فی کتاب
القضاء وقال فی باب الاحتساب
لو رای الشافعی شافعیا یشرب
النبیذ او ینکح بلا ولی ویطأها فله
ان ینکر لان علی کل مقلد
اتباع مقلده ویعصی بالمخالفة
ولو رأی الشافعی الحنفی یاکل
الضب او متروک التسمیة عمدا
فله ان یقول اما ان تعتقد ان
الشافعی اولی بالاتباع واما ان
تترک هذا کلامه فی الاحتساب
وبین القولین اختلاف اقول
وحل الاختلاف عندی والله
اعلم ان معنی قوله یعصی بالمخالفة
انه یعصی اذا عزم علی تقلیده فی
جمیع المسائل او فی هذه المسئلة
ثم اقدم علی المخالفة فهذه معصیة
بلا شک واما اذا قلد فی هذه
المسئلة غیره فذلک الغیر هو مقلده
ولم یخالفه او نقول له

شافعی نے اپنی شرمگاہ یا کسی عورت کو ہاتھ لگایا اور
چاہا کہ حنفی مذہب اختیار کرے تاکہ وضو نہ کرنا پڑے
اور اس کے سوا اور مسائل مین ایسا کرے تو جائز ہو
مؤلف انوار کی تقریر کا حاصل کتاب القضا مین تو یہ ہے
اور باب الاحتساب مین یون کہا ہو کہ اگر کوئی شافعی
دوسرے شافعی کو دیکھے کہ نبیذ پیتا ہے یا بدون ولی
کے نکاح کر کے عورت سے ہمبستر ہوتا ہو تو اول شخص کو
روا ہو کہ دوسرے پر اعتراض کرے کیونکہ ہر مقلد پر اتباع
اپنے امام کا واجب ہو اور مخالفت امام کی نیسے گنہگار
ہوگا اور اگر شافعی کسی حنفی کو دیکھے کہ سوسمار کھاتا ہے
یا وہ جانور کہ اُسکے ذبح کرنے مین بسم اللہ دانستہ چھوڑ دی
ہو کھاتا ہو تو اُس کو جائز ہو کہ حنفی مذکور سے کہے کہ یا تو
اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی زیادہ مستحق اتباع
کے ہین یا ان چیزون کا کھانا ترک کر یہ تقریر انوار کے باب
کی احتساب مین ہو اور دونون قولون مین اختلاف ہے
مین کہتا ہون کہ میرے عندیہ مین اس اختلاف کا حل
واللہ اعلم یہ ہو کہ اُس کے قول (مخالفت کرنے سے
گناہگار ہوگا) کے یہ معنی ہین کہ جب مقلد نے اپنے امام
کی تقلید کر یگا سب مسئلون مین یا اس خاص مسئلہ مین
پختہ ارادہ کر لیا پھر مخالفت پر جرأت کی تو یہ مخالفت
بیشک گناہ ہو اور جس صورت مین کہ اس مسئلہ مین
امام کی تقلید بدون کسی عزم کے کی تو امام وہی ہے
اور مقلد اُس کی مخالفت نہ کریگا۔ یا ہم کہتے ہین

المسئلة الثانیة مبنیة علی قول
الغزالی وشرذمة والاول علی
قول الجمهور فافهم فان حل هذا
الاختلاف قد صعب علی بعض المصنفین

مسئلة

اعلم ان تقلید المجتهد علی وجهین
واجب وحرام فاحدهما ان یکون
من اتباع الروایة دلالة تفصیله
ان الجاهل بالکتاب والسنة
لا یستطیع بنفسه التتبع والاستنباط
کان وظیفته ان یسأل
فقیها ما حکم رسول الله صلی الله علیه
واله وسلم فی مسئلة کذا وکذا فاذا اخبر
اتبعه سواء کان ماخوذا من
صریح نص او مستنبطا منه او مقیسا
علی المنصوص فکل ذلک
راجع الی الروایة عنه صلی الله علیه واله وسلم
ولو دلالة وهذا قد اتفقت الامة علی
صحته قرنا بعد قرن بل الامم کلها اتفقت علی
مثله فی شرائعهم وامارة هذا التقلید ان
یکون عمله بقول المجتهد کالمشروط
بکونه موافقا للسنة

کہ دوسرا مسئلہ یعنی باب الاحتساب کا مبنی ہے
امام غزالی اور کچھ علما کے قول پر اور مسئلہ اول
کتاب القضا کا مبنی ہے جمہور کے قول پر اسکو خوب سمجھلو
اسوجہ سے کہ رفع کرنا انوار کی عبارتون کے اس
اختلاف کا بعض مصنفون پر دشوار گزرا ہے۔
چوتھا مسئلہ۔ جاننا چاہیئے کہ تقلید مجتہد کی
دو طرح پر ہے ایک واجب دوم حرام واجب کی
تو یہ صورت ہے کہ روایت حدیث کے اتباع سے ہو
بطور دلالت کے۔ اُسکی تفصیل یہ ہے کہ جاہل
قرآن اور حدیث سے بذات خود تلاش اور استنباط
مسائل نہین کر سکتا تو اُسکے ذمہ یہی ہو کہ کسی عالم
سے پوچھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فلان
مسئلہ مین کیا حکم فرمایا ہو اور جب وہ عالم بتادے
تو اُس کا اتباع کرے خواہ وہ حکم صریح نص سے
لیا گیا ہو یا اُس سے استنباط کیا ہوا یا حکم صریح
پر قیاس کیا ہوا کہ ساری باتین آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کیطرف راجع ہین
گو دلالت کے طور پر ہون اس قسم کی تقلید کی
صحت پر تمام امت ہر قرن کی یکے بعد دیگرے متفق
ہو بلکہ اس جیسی بات پر ساری امتین اپنی شریعتوں
مین متفق ہین۔ اور علامت اس تقلید کی یہ
ہے کہ مقلد کا عمل مجتہد کے قول پر گویا اس
شرط سے ہے کہ قول مذکور موافق سنت کے ہو

فلا يزال متقصا عن السنة بقدر
الامكان فمتى ظهر حديث يخالف
قوله نبذه واخذ بالحديث واليه اشار
الائمة قال الشافعي رح اذا صح الحديث
فهو مذهبي واذا رأيتم كلامي
يخالف الحديث فاعملوا
بالحديث واضربوا بكلامي
الحائط وقال مالك رح ما من احد
الا وماخوذ من كلامه ومردود
عليه الا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
وقال ابو حنيفة رح لا ينبغي لمن
لم يعرف دليلي ان يفتي بكلامي وقال
احمد لا تقلدني ولا تقلدن مالكا
ولا غيره وخذ الاحكام من حيث
اخذوا من الكتاب والسنة
والوجه الثاني ان يظن بفقيه انه
بلغ الغاية القصوى فلا يمكن
ان يخطي فمهما بلغه حديث
صحيح صريح يخالف مقالته
لم يتركه او ظن انه لما قلده
كلفه الله بمقالته وكان
كالسفيه المحجور
عليه فاذا بلغه حديث

تو یہ مقلد ہمیشہ جو یا سنت کا رہے جہان تک ہو سکے
پس جب کوئی حدیث ظاہر ہو جو مخالف قول اُسکے مجتہد
کے ہو تو اُس قول کو چھوڑ دے اور حدیث پر عمل کرے
اور اسی بات کیطرف امامون نے اشارہ کیا ہے چنانچہ
امام شافعی نے کہا کہ جب حدیث ثابت ہو جاوے تو وہی
میرا مذہب ہے اور جب تم میرے کلام کو مخالف حدیث
کے دیکھو تو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر
دے مارو۔ اور امام مالک نے کہا کہ کوئی ایسا نہین جو
اپنے کلام کیوجہ سے ماخوذ نہو اور اُس کا قول اُسپر رد
نکیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ اور
امام ابو حنیفہ نے کہا کہ جو شخص میری دلیل کو نہ جانتا ہو
اُس کو نہین چاہیئے کہ میرے کلام سے فتوی دے۔
اور امام احمد نے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ
اور کسی کی اور احکام کو قرآن اور حدیث سے لے جہان
سے اُنھون نے لیے۔ اور تقلید حرام کی یہ صورت ہے
کہ کسی فقیہ کو گمان کرے کہ وہ علم مین نہایت کو
پہنچ گیا ہے ہو نہین سکتا کہ وہ خطا کرے تو ایسے
مقلد کو جب کوئی حدیث صحیح اور صریح پہونچتی ہے کہ
مخالف اُس فقیہ کے قول کے ہو تو اُسکے قول کو نہین چھوڑتا
یا یہ گمان کرے کہ جب مین نے اس فقیہ کی تقلید کی تو
اللہ تعالی نے اُسکا قول ماننے کا مجھے حکم کر دیا ایسے مقلد کا
حال ایسا ہی جیسا کم عقل آدمی اپنے مال مین تصرف کرنے سے
روک دیا جاتا ہے تو اگر اُس کو کوئی حدیث پہونچتی

واسلفه من بعضهم لم يقبله لكون
ذمته مشغولة بالتقليد
فهذا الاعتقاد فاسد وقوله
فاسد ليس له شاهد من
النقل والعقل وما كان
احد من القرون السابقة
يفعل ذلك وقد كذب في
ظنه من ليس بمعصوم من
الخطأ معصوما حقيقة او معصوما
عن العمل بقوله وفي ظنه ان الله تعالى
امره بقوله وان ذمته مشغولة بتقليده
وفي مثله نزل قوله تعالى وانا على آثارهم
مقتدون وكان تحريف الملل السابقة
مسئلة اختلفوا في الفتوى بالروايات
الثلاثة المهجورة في خزانة الروايات
في السراجية ثم الفتوى على
الاطلاق على قول ابي حنيفة رح
ثم بقول ابي يوسف رح ثم بقول محمد
بن الحسن الشيباني رح ثم بقول زفر بن
هذيل والحسن بن زياد رح وقيل اذا كان
ابو حنيفة رح في جانب وصاحباه في
جانب فالمفتي بالخيار والاول اصح
اذا لم يكن المفتي مجتهدا

اور اُسکے صحیح ہونیکا یقین بھی کر لیتا ہے تو بھی
حدیث کو قبول نہین کرتا کیونکہ اُسکے ذمہ تو تقلید
کی پخ لگی ہوئی ہے تو یہ اعتقاد خراب اور یہ قول
ہے اسکا شاہد نہ نقلی ہے نہ عقلی اور پہلے قرنون
مین سے کوئی یہ امر نکرتا تھا اور اس مقلد نے
دو غلطیان کین اول تو یہ کہ جو شخص خطا سے معصوم
نہ تھا اُسکو معصوم حقیقی یا اُسکے قول پر عمل کرنے
کے حق مین معصوم گمان کر لیا اور دوسری یہ کہ
خیال کر لیا کہ اللہ تعالی نے مجھے اُسکے قول کو ماننے
کا حکم کر دیا اور میرا ذمہ اُسکی تقلید سے لگا ہوا ہے
اور اسی جیسے مقلد کے بارہ مین یہ ارشاد خداوندی
نازل ہوا ہے وانا علی آثارہم مقتدون اور پہلی
ملتون کی تحریفین بھی اسی صورت کی تھین۔
پانچوان مسئلہ۔ علماء نے اختلاف کیا ہے فتوی
دینے مین اُن روایات سے جو نادر اور متروک
ہین۔ خزانۃ الروایات مین ہے کہ سراجیہ
مین لکھا ہے کہ پھر فتوے مطلق امام ابو حنیفہ
کے قول پر ہے پھر ابو یوسف کے قول پر پھر محمد بن
حسن شیبانی کے قول پر پھر زفر بن ہذیل اور حسن
بن زیاد کے قول پر۔ اور بعض نے کہا کہ جب امام
اعظم ایک جانب ہون اور صاحبین ایک جانب
تو مفتی کو اختیار ہے چاہے جس قول پر فتوی دے
اور قول اول صحیح تر ہے بشرطیکہ مفتی مجتہد نہو

لانہ کان اعلم زمانہ حتی
قال الشافعی الناس کلھم
عیال ابی حنیفۃ فی الفقہ فی المضمرات
وقیل اذا کان ابو حنیفۃ رح فی جانب
وابو یوسف رح ومحمد رح فی جانب
فالمفتی بالخیار ان شاء اخذ
بقولہ وان شاء اخذ بقولھما وان
کان احدھما مع ابی حنیفۃ یاخذ
بقولھما البتۃ الا اذا اصطلح المشائخ
الاخذ بقول ذلک الواحد فیتبع اصطلاحھم
کما اختار الفقیہ ابو اللیث قول زفر فی
قعود المریض للصلوۃ انہ یقعد کما
یقعد المصلی فی التشہد لانہ ایسر
علی المریض وان کان قول اصحابنا
ان یقعد المریض فی حال القیام متربعا او
محتبیا لیکون فرقا بین القعدۃ والقعود
الذی ھو فی حکم القیام ولکن ھذا یشق
علی المریض لانہ لم یتعود ھذا القعود وکذلک
اختاروا التضمین الساعی اذا سعی الی
السلطان بغیر اذن وھذا قول زفر رح سدا
لباب السعایۃ وان کان قول اصحابنا لا یجب الضمان
لانہ لم یتلف علیہ مالا ویجوز للمشائخ ان یاخذوا
بقول احد اصحابنا عملا بمصلحۃ الزمان

کیونکہ امام اعظم اپنے وقت کے بڑے عالم تھے حتی کہ امام
شافعی نے کہا ہی کہ سب آدمی فقہ مین ابو حنیفہ کے تربیت
یافتہ ہین۔ مضمرات مین ہے کہ بعض علما کا قول یہ ہی کہ
جب ابو حنیفہ ایک طرف ہون اور ابو یوسف اور محمد ایک طرف
تو مفتی کو اختیار ہے اگر چاہے امام کے قول کو لے اور اگر
چاہے صاحبین کا قول لے اور اگر صاحبین مین سے ایک امام کے
ساتھ ہو تو یقینا انھین دو کا قول لے مگر جس صورت مین کہ
علما نے اُس ایک کے قول کو لینا مصلحت جانا ہو تو مفتی بھی
اُن کی مصلحت کی پیروی کرے جیسے فقیہ ابو اللیث نے
مریض کے بیٹھکر نماز پڑھنے مین امام زفر کا قول اختیار کیا
ہی کہ مریض اس طرح بیٹھے جیسے نمازی التحیات مین بیٹھتا
ہی کیونکہ یہ بیٹھنا مریض پر زیادہ آسان ہی اگرچہ دوسرے
ہمارے ائمہ کا یہ قول ہی کہ مریض قیام کے عوض پالتی مار کر
یا گوٹ مار کر بیٹھے تاکہ قیام کے بدلے بیٹھنے اور التحیات کے
بیٹھنے مین فرق ہو جاے لیکن اس طرح بیٹھنا مریض پر
دشوار ہی اسلیئے کہ اُسکو اس بیٹھک کی عادت نہین پڑی
اور اسی طرح علماے چغلخور سے تاوان لینا پسند کیا ہی جس
صورت مین کہ بادشاہ سے اسنے چغلی بدون حکم سلطانی
کھائی ہو یہ قول بھی امام زفر کا ہی اس مصلحت کے لیے کہ
چغلی کا باب بند ہو جائے اگرچہ ہمارے باقی ائمہ کا قول
یہ ہی کہ تاوان لینا واجب نہین کیونکہ چغل خور نے اُس کا
کوئی مال تلف نہین کیا۔ اور علما کو درست ہے کہ ہمارے ائمہ مین سے
ایک کا قول کسی مصلحت وقت پر عمل کرنیکی وجہ سے اختیار کرین

فی القنیۃ فی باب ما یتعلق بالمفتی
من النوادر قال رح والفتوی
فیما یتعلق بالقضاء علی قول
ابی یوسف لزیادۃ تجربتہ و
فی المضمرات ولا یجوز للمفتی ان
یفتی ببعض الاقاویل المھجورۃ
لجر منفعۃ لان ضرر ذلک فی
الدنیا والاخرۃ اتم واعم بل یختار
اقاویل المشائخ واختیارھم ویقتدی
بسیر السلف ویکتفی باحراز
الفضیلۃ والشرف فی القنیۃ
فی کتاب ادب القاضی فی
باب مسائل متفرقۃ مسئلۃ المسائل التی
تتعلق بالقضاء الفتوی فیھا علی قول
ابی یوسف لانہ حصل لہ زیادۃ علم
بالتجربۃ وفی عمدۃ الاحکام من کشف
البزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص
تیسیرا علی العوام مثل التوضی بماء
الحمام والصلوۃ فی الاماکن
الطاھرۃ بدون المصلی وعدم الاحتراز
عن طین الشوارع فی موضع حکموا بطھارتہ فیھا
ولا یلیق ذلک باھل العزلۃ بل الاخذ بالاحتیاط
والعزیمۃ اولی بھم وفی القنیۃ ثم ینبغی للمفتی

قنیہ کے اُس باب مین جس مین مسائل نادر متعلقہ
مفتی مذکور ہین یہان کہا ہی کہ فتوی اُن مسائل مین
کہ متعلق فیصلہ مقدمات ہون امام ابو یوسف کے
قول پر ہی بوجہ اُنکے تجربہ کے زیادہ ہونیکے۔ اور مضمرات
مین ہی کہ مفتی کو درست نہین کہ بعض اقوال متروک
سے نفع ملنے کی غرض سے فتوے دے کیونکہ اسکا
نقصان دنیا اور آخرت مین کامل تر اور عام تر ہے
بلکہ علما کے اقوال مختار اختیار کرے اور سلف کی
سیرتون کا اقتدا اور اسی فضیلت و شرف کے حاصل
کرنے پر اکتفا کرے۔ قنیہ کے کتاب ادب القاضی
کے باب مسائل متفرقہ مین یہ ایک مسئلہ مذکور ہی کہ
جو مسائل متعلق فیصلہ مقدمات ہین انمین فتوی
امام ابو یوسف کے قول پر ہی کیونکہ اُن کو تجربہ کے
سبب سے زیادہ واقفیت ہو گئی تھی۔ اور عمدۃ الاحکام
مین بزودی کی کتاب کشف سے منقول ہی کہ مفتی
کو مستحب ہی کہ عوام پر آسانی کی غرض سے رخصتون
پر فتوی دے مثلا حمام کے پانی سے وضو کرنا اور
پاک جگھون مین بدون جانماز کے نماز پڑھنے
اور سڑکون کے گارے سے پرہیز نکرنا ایسے
مقام پر جہان کے گارے کو علما پاک ہونے کا حکم دیتے
ہین اور یہ رخصت گوشہ نشینون کے لائق نہین بلکہ
اُنکے حق مین بہتر یہ ہی کہ احتیاط پر کاربند ہون اور
عزیمت پر عمل کرین۔ اور قنیہ مین ہے کہ پھر مفتی کو چاہیے

ان یفتی الناس بما هو اسهل علیهم
کما ذکره البزدوی فی شرح الجامع
الصغیر ینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر
فی حق غیره خصوصا فی حق الضعفاء
لقوله علیه الصلوة والسلام لابی موسی
الاشعری ومعاذ حین بعثهما الی الیمن
یسرا ولا تعسرا وفی عمدة الاحکام فی
کتاب الکراهیة سؤر الکلب والخنزیر
نجس خلافا لمالک وغیره ولو افتی
بقول مالک جاز وفی القنیة فقیه
یفتی بمذهب سعید بن المسیب ویزوج
للزوج الاول المطلقة بثلاث
تطلیقات کما کانت ویعزر الفقیه
وفقیه یحتال فی الطلقات الثلاث ویاخذ
الرشی بذلک ویزوجها للاول بدون
دخول الثانی هل یصح النکاح
وما جزاء من یفعل ذلک قالوا یسود وجهه
فی الفتاوی الاعتمادیة من الفتاوی
السمرقندی ان سعید بن المسیب رجع عن قوله
ان دخول المحلل لیس بشرط
فی التحلیل ولو
قضی به قاض لا ینفذ قضاءه
لو حکم به فقیه

کہ لوگون کو ایسی بات کا فتوی دے جو اُن کے حق مین زیادہ
ہو جیسے بزدوی نے شرح جامع صغیر مین بیان کیا ہے
مفتی کو مناسب ہے کہ فتوے مین ایسا قول اختیار کرے
جو دوسرے کے حق مین خصوصاً کمزورون کے حق [illegible]
آسان تر ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو موسی
اشعری اور معاذ بن جبل کو جب یمن کی طرف روانہ کیا
ارشاد فرمایا کہ تم دونون آسانی کیجیو تنگی مت کیجیو
عمدة الاحکام کے کتاب الکراہیت مین ہو کہ جھوٹا کتے
سور کا ناپاک ہو اور اس مین امام مالک وغیرہ کا اختلاف
اور اگر مفتی نے امام مالک کے قول پر فتوی دیا تو درست
اور قنیہ مین ہو کہ ایک عالم سعید بن مسیب کے مذہب کے موافق
دیتا ہے اور تین طلاق دی ہوئی عورت کا نکاح شوہر اول
کرتا ہو تو وہ عورت جون کی تون تین طلاق دی ہوئی رہیگی
اور اس عالم کو سزا دیجائیگی اور ایک عالم تین طلاقون میں
حیلہ کرتا ہو اور اس بہانہ سے رشوت لیتا ہے اور عورت
کو شوہر اول سے بدون دوسرے شوہر کی صحبت کے نکاح
کرتا ہو تو یہ نکاح درست ہو یا نہیں اور جو ایسا کرے اُس
کو کیا سزا ہو تو علماء نے کہا کہ ایسے عالم کا موںھ کالا کیکے
جائے۔ فتاوی اعتمادیہ مین فتاوی سمرقندی سے منقول ہو
کہ سعید بن مسیب نے اپنے اس قول سے کہ عورت کو شوہر اول
کے لیئے حلال کرنے مین صحبت دوسرے شوہر کی شرط نہین
رجوع کر لیا ہو تو اگر کوئی قاضی اُنکے قول کے بموجب حکم دیگا تو
حکم نافذ نہ ہوگا اور اگر کوئی عالم اُس کے بموجب حکم کرے

[illegible] ویعزر الفقیه وفی
شرح المنهاج نقل
[illegible] فی الاجماع علی
[illegible] المقلد بین قولی امامه
[illegible] علی جهة البدل لا الجمع اذا
[illegible] ترجیح احدهما وکانه
[illegible] اجماع ائمة مذهبه کیف
[illegible] مقتضی مذهبنا کما قاله
[illegible] منع ذلک فی القضاء
[illegible] الافتاء دون العمل
[illegible] وبه یجمع بین
[illegible] قول الماوردی لا یجوز
[illegible] نا وانتصر الغزالی
[illegible] کما یجوز لمن
[illegible] اجتهاده
[illegible] وی جهتین ان
[illegible] الی ایهما
شاء اجماعا
[illegible] قول الامام یمتنع انکانا
[illegible] حکمین
[illegible] کا یجاب وتحریم
[illegible] خصال
[illegible] واجری السبکی ذلک

تو اُسکا حکم صحیح نہوگا اور اُس عالم کو سزا دیجائیگی اور
تحفہ یعنی شرح منہاج مین ہے کہ عراقی نے اجماع
نقل کیا ہے مقلد کے اختیار کرنے پر اپنے امام کے
دو قولون کو یعنی کبھی ایک کو کبھی دوسرے کو نہ یہ نہین
کہ دونون کو ایک ساتھ لے اور ایک کو بھی [illegible]
پر اُس صورتمین ہو کہ ترجیح ایک کی دوسرے پر ظاہر نہو
اور شاید عراقی نے اجماع سے اپنے مذہب کے ائمہ کا
اجماع مراد لیا ہو کیونکہ ہمارے مذہب کا مقتضا تو
سبکی کے قول کے بموجب اس اختیار کی ممانعت ہے
فیصلہ مقدمات اور فتوی دینے مین نہ اپنے آپ
عمل کرنے مین اور یہی سے یعنی اختیار قولین اپنے
حق مین ممنوع نہیں قضا اور افتا مین منع ہو [illegible]
ہوتی ہے ماوردی اور امام کے قول مین [illegible]
کہتا ہے کہ اختیار قولین ہمارے نزدیک جائز نہین
جیسا اُس شخص کو جسکی عقل مین دو طرفین قبلہ کی
برابر ہون جائز ہے کہ جونسی طرف کو اُن دونون
مین سے چاہے بالاتفاق نماز پڑھ لے اور امام
غزالی نے ماوردی کے قول کی اعانت کی ہے۔
اور امام کا قول یہ ہے کہ اختیار قولین مقلد کو
منع ہو اگر دونون قول دو حکمون ضد یکدگر مین ہون
مثلاً ایک واجب ہو نہین ہو اور دوسرا حرام نہین
بخلاف کفارہ کی سی [illegible] کہ انمین منع نہین۔ اور
سبکی نے اختیار قولین اپنے حق مین عمل کرنیکے جواز کو

وشبعوه فی العمل بخلاف المذاهب الاربعة
ای مما عملت بسنة لمن یجوز تقلیده
وجمیع شروطه عنده وحمل علی
ذلك قول ابن الصلاح لا یجوز تقلید
غیر الائمة الاربعة ای فی قضاء
وافتاء ومحل ذلك وغیره
من صوب التقلید مالم یتتبع الرخص
بحیث تحل ربقة التقلید عن عنقه
والا اثم به بل قیل فسق
وهو وجیه قیل ومحل ضعفه
ان یتتبعها من المذاهب
المدونة والا فسق قطعا انتهی

فَصْلٌ فِی الْعَامِّیِّ

اعلم ان العامی الصرف لیس
له مذهب معین وانما
مذهبه فتوی المفتی فی
البحر الرائق لو احتجم او اغتاب فظن
انه یفطره ثم اکل ان لم یستفت فقیها
ولا بلغه الخبر فعلیه الکفارة لانه مجرد
جهل وانه لیس بعذر فی دار الاسلام وان
استفتی فقیها فافتاه لا کفارة علیه لان
العامی یجب علیه تقلید العالم اذا

اوس شخص مجتہد کے لیے جاری کیا ہی جسکی تقلید درست
شرائط اجتہاد کی اس مین موجود ہون اور لوگون
خلاف چارون مذہب کے کرنے مین سبکی کا اتباع کر
یعنے اس شخص کے اعمال مین کہ مطابق حدیث کر
آوین اور ابن صلاح کا یہ قول کہ تقلید چارون اما
سوا دوسرے کی جائز نہین اسی پر محمول ہی کہ حکم قاضی
مین جائز نہین اور اسکا اور تقلید کی دوسری صورتو
اسوقت تک ہی کہ مقلد رخصتون کی جستجو ایسی طرح نہ
تقلید کا پھندا اسکی گردن سے نکلجاوے ورنہ تلاش ر
کے سبب سے گنہگار ہوگا بلکہ قول ضعیف یہ ہی کہ فاسق
اور یہ قول مرجح ہی اور بعض علما نے کہا کہ موقع قول ضع
یہ ہی کہ رخصتون کی جستجو ان مذہبون قلم بند سے کر
یقینا فاسق ہوگا تمام ہوا قول صاحب تحفہ کا ۔

چوتھی فصل ۔ عامی کے بیان مین ۔

معلوم کرنا چاہیے کہ نرے عامی کا کوئی مذہب معین
بلکہ اسکا مذہب مفتی کا فتوے ہوتا ہی بحر الرائق
کہ اگر روزہ والے نے پچھنے لگوائے یا کسی کی غیبت کی
کیا کہ یہ حرکت روزہ توڑتی ہی پھر اسنے دانستہ کھالیا
اسنے کسی عالم سے نہین پوچھا تھا اور نہ اسکو حدیث
تھی تو اسپر کفارہ واجب ہوگا کیونکہ صرف جہالت
اور دار الاسلام مین نجاننا عذر نہین ہوسکتا اور اگر
سے حکم پوچھا تھا اور عالم نے افطار کا فتوی دیا تھا تو اسپر
لازم نہ اویگا کیونکہ عامی کو عالم کی تقلید واجب

یعتمد علی فتواه فکان معذورا
فیما صنع وان کان المفتی
مخطیا فیما افتی وان لم یستفت
ولکنه بلغه الخبر وهو قوله
صلی الله علیه واله وسلم افطر
الحاجم والمحجوم وقوله علیه
الصلوة والسلام الغیبة
تفطر الصائم ولم یعرف النسخ
ولا تاویله لا کفارة علیه
عندهما لان ظاهر الحدیث واجب
العمل به خلافا لابی یوسف لانه
لیس للعامی العمل بالحدیث لعدم
علمه بالناسخ والمنسوخ ولو لمس
امرأة او قبلها بشهوة
او اکتحل فظن ان ذلك یفطر ثم
افطر علیه الکفارة الا اذا استفتی
فقیها فافتاه بالفطر او بلغه خبر
فیه ولو نوی الصوم قبل الزوال
ثم افطر لم یلزمه الکفارة
عند ابی حنیفة خلافا لهما
کذا فی المحیط
وقد علم من هذا ان مذهب
العامی

اس کے فتوے پر اعتماد رکھتا ہو تو اس صورت مین
عامی مذکور اپنے فعل مین معذور ہوگا گو مفتی نے
اپنے فتوی مین خطا کی ہو ۔ اور اگر اسنے عالم سے دریافت
نہین کیا لیکن اسکو حدیث پہونچی تھی یعنی یہ ارشاد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ جو پچھنون سے خون
نکالے اور جو نکلواوے دونو کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے
اور یہ ارشاد کہ غیبت روزہ دار کا روزہ توڑتی ہے اور
عامی مذکور نے نہ ان حدیثوں کا منسوخ ہونا جانا نہ انکے
معانی مقصودہ اسکو معلوم ہوئے تو امام صاحب اور محمد
کے نزدیک اسپر کفارہ نہوگا کیونکہ عمل کرنا حدیث کے
ظاہر معنی پر واجب ہے ابو یوسف اسکے خلاف کہتے ہین
اسلیئے کہ عامی کو حدیث پر عمل کرنا جائز نہین کہ وہ
ناسخ اور منسوخ سے واقف نہین ۔ اور اگر روزہ دار نے
شہوت سے عورت کو ہاتھ لگایا یا اسکا بوسہ لیا اسی
طرح یا اپنی آنکھ مین سرمہ ڈالا اور گمان کیا کہ یہ حرکت
روزہ توڑتی ہے پھر دانستہ افطار کرلیا تو اسپر کفارہ
لازم ہوگا مگر جس صورت مین کہ کسی عالم سے مسئلہ
پوچھا اور اسنے روزہ جاتا رہنے کا حکم دیا یا اسبارے
اس نے کوئی حدیث سنی تو کفارہ نہوگا ۔ اور اگر عامی
نے زوال سے پیشتر نیت روزہ کی کی پھر روزہ توڑ
ڈالا امام ابو حنیفہ کے نزدیک اسکو کفارہ لازم
نہوگا اور صاحبین کے نزدیک کفارہ ہوگا ایسا ہی
ہی محیط مین اور اس سے معلوم ہوا کہ عامی کا مذہب

فتوی مفتیه وفیه ایضا فی باب
قضاء الفوائت عند قوله ویسقط
لضیق الوقت والنسیان انکان عامیا
لیس له مذهب معین فمذهبه فتوی
مفتیه کما صرحوا به فان افتی حنفی
اعاد العصر والمغرب وان افتاه
شافعی فلا یعیدهما ولا عبرة لرأیه
وان لم یستفت احدا وصادف الصحة
علی مذهب مجتهد اجزاه ولا اعادة علیه
فی شرح منهاج البیضاوی
لابن امام الکاملیة فلو وقعت
لعامی حادثة فاستفتی فیها
مجتهدا وعمل فیها بفتوی ذلك
المجتهد فلیس له الرجوع عنه الی
فتوی غیره فی تلك الحادثة بعینها
بالاجماع کما نقله ابن الحاجب وغیره
وفی جمع الجوامع الخلاف فیه
وان کان قبل العمل فقال النووی
المختار ما نقله الخطیب
وغیره انه ان لم یکن هناك
مفتی اخر لزمه بمجرد فتواه
وان لم تسکن نفسه وان کان
هناك اخر

اُس کے مفتی کا فتوی ہوتا ہو - اور نیز بحر الرائق کے باب
قضاء الفوائت مین مؤلف کے اس قول کے پاس کہ تیمم
وقت کی تنگی اور بھولنے سے جاتی رہتی ہو مذکور ہے کہ اگر
مقلد عامی ہو تو اُسکا کوئی مذہب معین نہین اُس کا مذہب
اُسکے مفتی کا فتوی ہو جیسا کہ علمانے اس کی تصریح کی ہو
تو اگر کسی حنفی نے فتوی دیا ہو تو نماز عصر اور مغرب کے دوبارہ
پڑھے اور اگر کسی شافعی نے فتوی دیا ہو تو دونون
نمازون کا اعادہ نہ کرے اور خود اُس کی رائے کا کچھ
اعتبار نہین اور اگر کسی سے فتوی نہین پوچھا اور کسی
مجتہد کے مذہب کے موافق نماز درست ہوگئی تو یہی اُس کو
کافی ہوگی دوبارہ پڑھنا واجب نہوگا تمام ہوا قول بحر
الرائق کا - اور بیضاوی کی منہاج کی شرح مؤلفہ ابن
امام کاملیہ مین ہو کہ جب عامی کو کوئی حادثہ پیش آوے
اور اُس مین کسی مجتہد سے فتوی دریافت کرکے اُس مجتہد
کے فتوی کے موافق اُس حادثہ مین عمل کرلے تو اُسکو اُس
حادثہ خاص مین اُس مجتہد کے حکم سے دوسرے مجتہد کے فتوی
کی طرف بالاجماع رجوع کرنا جائز نہین چنانچہ ابن حاجب اور
دوسرے علمانے اُسکو لکھا ہے اور جمع الجوامع مین اس بارہ
مین خلاف ہو - اور اگر عمل کرنیسے پہلے رجوع کرنا چاہے
تو نووی نے کہا کہ مختار وہ صورت ہو کہ خطیب وغیرہ نے
لکھی ہے کہ اگر وہان کوئی دوسرا مفتی نہو تو اُس پر عمل کرنا
بفور مفتی کے فتوی دینے کے لازم ہوگا اگرچہ اُس کے
دل کا اطمینان نہو اور اگر وہان کوئی دوسرا مفتی بھی ہو

لم یلزمه بمجرد افتائه اذ له ان
یسأل غیره وحینئذ فقد
بینا انه یجئ فیه الخلاف
فی اختلاف المفتیین اما اذا وقعت
له حادثة غیر تلك فالاصح
انه یجوز له ان یستفتی فیها
غیر من استفتاه فی الحادثة
السابقة وقطع الکیا الهراسی
بانه یجب علی العامی ان یلتزم
مذهبا معینا واختار فی
جمع الجوامع انه یجب ذلك
ولا یفعله لمجرد التشهی بل یختار
مذهبا یقلده فی کل
شیء یعتقده ارجح او مساویا
لغیره لا مرجوحا وقال النووی
الذی یقتضیه الدلیل انه
لا یلزمه التمذهب بمذهب
بل یستفتی من شاء لکن
من غیر تلقط للرخص ولعل
من منعه لم یثق بعدم
تلقطه واذا التزم مذهبا
معینا فیجوز له الخروج عنه
علی الاصح

تو اُس پر حکم مفتی اول کا بمجرد اُس کے فتوی دینے کے
لازم نہوگا کیونکہ اُس کو جائز ہے کہ دوسرے سے حکم دریافت
کرے اور اس صورت مین کبھی دوسرا مفتی پہلے کے خلاف
کہیگا تو اس حکم مین خلاف دو مفتیون کے اختلاف کی
صورت مین ہو جائیگا - لیکن جس صورت مین کہ عامی کو
کوئی دوسرا حادثہ سوائے اول کے پیش آوے تو صحیح تر یہ
ہے کہ اُس کو درست ہو کہ اس دوسرے حادثے مین
فتوے اُس شخص کے سوا جس سے پہلے حادثہ مین پوچھا
تھا دوسرے سے دریافت کرے - اور کیاہراسی نے قطعا کہا
ہو کہ عامی کے ذمہ واجب ہو کہ کسی مذہب معین کا التزام
کرے اور جمع الجوامع مین اسبات کو پسند کیا ہے کہ
التزام مذہب معین واجب ہے اور اس التزام کو صرف
خواہش نفس کے لیے نکرے بلکہ کوئی سا مذہب پسند
کرلے کہ ہر چیز مین اُس کی تقلید کرے جس کو راجح تر یا
دوسرے کے برابر سمجھے مغلوب اور کم نجانے - اور
نووی نے کہا ہے کہ جس بات کو دلیل چاہتی ہے
وہ یہ ہے کہ عامی کو مذہب معین اختیار کرنا لازم
نہین بلکہ جس عالم سے چاہے فتوے دریافت کرلے
لیکن یہ نہو کہ رخصتین چننے لگے اور شاید جس نے
عامی کو ہر عالم سے فتوے لینے کو منع کیا ہے اُس نے
اُس کی رخصتین چننے پر اعتماد نہین کیا - اور جس صورت
مین کہ عامی مذہب معین کا التزام کرلے تو اُسکو اُس
مذہب سے نکلنا بموجب قول صحیح تر کے درست ہے

وفی کتاب زبد لابن رسلان س
والشافعی ومالک ونعمان
واحمد بن حنبل وسفیان
وغیرهم من سائر الائمۃ
علی هدی والاختلاف رحمۃ
وفی شرح غایۃ البیان لو اختلف جواب مجتهدین
متساویین فالاصح ان للمقلد ان یتخیر بقول
من شاء منهما وقد مر فی التحفۃ فی هذه المسئلۃ
باب ۵ وهذا الذی ذکرناه من الامر
بین الامرین هو الذی مشی علیه
جماهیر العلماء من الآخذین
بالمذاهب الاربعۃ ووصی به ائمۃ
المذاهب اصحابهم قال الشیخ عبد الوهاب
الشعرانی فی الیواقیت والجواهر روی
عن ابی حنیفۃ انه کان یقول لا ینبغی لمن لم
یعرف دلیلی ان یفتی بکلامی وکان رض اذا افتی
یقول هذا رأی النعمان بن ثابت یعنی نفسه
وهو احسن ما قدرنا علیه فمن جاء باحسن منه فهو
اولی بالصواب وکان الامام مالک یقول
ما من احد الا وماخوذ من کلامه
ومردود علیه الا رسول الله صلی
الله علیه وسلم وروی الحاکم
والبیهقی عن الشافعی

اور کتاب زبد ابن رسلان میں دو شعر ہیں جنکا ترجمہ
یہ ہے بوحنیفہ اور مالک شافعی ٭ احمد بن حنبل
اور سفیان بھی ٭ اور سائر باقی حق پر ہیں تمام
٭ اختلاف اُن کا ہے رحمت والسلام ٭ اور اُس
کتاب کی شرح غایۃ البیان میں ہی کہ اگر برابر کے
دو مجتہدون کا جواب مختلف ہو تو صحیح تر یہ ہی کہ مقلد
کو جائز ہی کہ ان دونوں میں سے جسکا قول چاہی پسند کرلی
اور اس مسئلہ میں جو مضمون تحفہ میں تھا پیشتر گذر چکا۔
پانچواں باب۔ تقلید میں اعتدال رکھنے کے بیان میں
اور یہ جو ہم نے تقلید کا حال لکھا کہ افراط اور تفریط
کے درمیان ہی یہ وہ طریق ہے جسپر جمہور علما چاروں
مذہب کے پابند چلے ہیں اور مذہب کے ائمہ نے اپنے شاگردون
کو اسی کی وصیت کی ہے چنانچہ شیخ عبد الوہاب شعرانی
نے یواقیت وجواہر میں بیان کیا ہی کہ امام ابوحنیفہ رح
سے مروی ہے کہ یوں کہا کرتے کہ جس شخص کو میری دلیل
معلوم نہیں اسکو نہیں چاہیئے کہ میرے کلام سے فتوی
دے اور جب آپ فتوی دیتے تو یوں کہتے کہ یہ تجویز نعمان بن
ثابت کی یعنی میری ہے اور جسقدر ہمکو معلوم تھا سبمیں
سب سے اچھی ہے تو اگر کوئی شخص اس سے بھی بہتر کہے تو
اس کا قول زیادہ صواب ہوگا۔ اور امام مالک رح کہا
کرتے کہ کوئی ایسا نہیں جو اپنی گفتگو کی وجہ سے ماخوذ نہو
اور اُسکا کلام اُسپر رد نہ کیا جاوے بجز رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے۔ اور حاکم اور بیہقی نے امام شافعی سے روایت کیا ہے

انه کان یقول اذا صح الحدیث فهو
مذهبی وفی روایۃ اذا رأیتم کلامی
یخالف الحدیث فاعملوا بالحدیث واضربوا
بکلامی الحائط وقال یوما للمزنی یا
ابراهیم لا تقلدنی فی کل ما اقول
وانظر فی ذلک لنفسک
فانه دین وکان رحمۃ الله
علیه یقول لا حجۃ فی قول
احد دون رسول الله صلی
الله علیه واله وسلم
وان کثروا ولا فی قیاس و
لا فی شئ ما وعلیکم
الا الطاعۃ لله ورسوله بالتسلیم
وکان الامام احمد یقول لیس
لاحد مع الله ورسوله کلام
وقال ایضا لرجل لا تقلدنی ولا
تقلدن مالکا ولا الاوزاعی ولا النخعی
ولا غیرهم وخذ الاحکام من
حیث اخذوا من الکتاب والسنۃ
وقد نقل عن جماعۃ عظیمۃ من علماء المذاهب
انهم کانوا یعملون ویفتون بالمذاهب من غیر
التزام مذهب معین من زمن اصحاب
المذاهب الی زمانه علی وجه

کہ وہ کہا کرتے کہ جب حدیث ثابت ہو جاوے تو وہی
میرا مذہب ہی اور ایک روایت میں یہ ہی کہ جب تم
میرے کلام کو دیکھو کہ حدیث کے مخالف ہی تو حدیث
پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر مارو اور ایک روز
مزنی سے کہا کہ اے ابراہیم جو کچھ میں کہوں تو ہر بات
میں میری تقلید مت کر بلکہ تقلید کرنے میں اپنی
نجات کا فکر ملحوظ رکھ کہ یہ دین ہے اور یہ بھی آپ
کہا کرتے کہ کسی کے کلام میں حجت نہیں سوائے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے اگرچہ کہنے والے بہت سے
ہوں اور نہ کسی قیاس میں اور نہ کسی دوسری چیز میں
حجت ہی اور تمکو لازم ہی کہ فرمانبرداری خدا تعالی
اور اُسکے رسول کی انقیاد کے ساتھ بجا لاؤ۔ اور
امام احمد رح کہا کرتے کہ کسی کو حکم خدا اور اُسکے رسول
کے ساتھ کلام کی گنجایش نہیں اور نیز ایک شخص سے
آپنے کہا کہ تو نہ میری تقلید کر نہ مالک کی نہ اوزاعی
کی نہ نخعی کی نہ اُنکے سوا کسی اور کی اور احکام کو اُسی
جگہ سے حاصل کر جہاں سے قرآن وحدیث میں سے
اُن لوگوں نے حاصل کیے تمام ہوا بیان عبد الوہاب کا
پھر عبد الوہاب نے علماء مذاہب کی بڑی جماعت کا
حال بیان کیا ہی کہ ائمہ مذاہب کے وقت سے لیکر
عبد الوہاب کے وقت تک اُنکا دستور یہ تھا کہ مذاہب کے
بموجب عمل کرتے تھے اور فتوی دیتے تھے بدون اسکے
کہ کسی مذہب معین کا التزام ہو اور یہاں اسی طرح کیا جاوے

يقتضي كلامه ان ذلك امر لم يزل العلماء عليه قديما وحديثا حتى صار بمنزلة المتفق عليه فصار سبيل المسلمين الذي لا يصح خلافه ولا حاجة لنا بعد ما ذكره وبسطه الى نقل الاقاويل ولكن لا باس ان نذكر بعض ما نحفظه فى هذه الساعة قال البغوي فى مفتتح شرح السنة واني فى اكثر ما اوردته بل فى عامته متبع الا القليل الذي لاح لي بنوع من الدليل فى تاويل كلام محتمل او ايضاح مشكل او ترجيح قول على اخر وقال فى باب الدعاء الذي يستفتح به الصلوة بعد ما ذكر التوجيه وسبحانك اللهم وقد روي غير هذا من الذكر فى افتتاح الصلوة فهو من الاختلاف المباح فبايها استفتح جاز وقال فى باب المرأة لا تخرج الا مع محرم وهذا الحديث يدل على ان المرأة لا يلزمها الحج اذا لم تجد رجلا ذا محرم يخرج معها وهو قول النخعي والحسن البصري وبه قال الثوري واحمد واسحاق واصحاب الراي

کہ اس کا کلام اس بات کو مقتضی ہی کہ یہ بات ایسی [illegible] علماء سلف اور حال کے ہمیشہ سے اسی پر ہین [illegible] کہ یہ بات گویا متفق علیہ ورسلمانون کی راہ ٹھہر گئی [illegible] خلاف کرنا درست نہین اور چونکہ عبد الوہاب نے اس [illegible] کا ذکر بسط کے ساتھ کیا ہی تو ہمکو اقوال علما اسباب مین [illegible] کرنیکی ضرورت نہین لیکن اسوقت جو کچھ ہمکو یاد ہی [illegible] سے کسیقدر ذکر کرنے کا مضائقہ نہین۔ بغوی نے [illegible] السنہ کے شروع مین کہا ہی کہ مین اپنے اکثر بیان بلکہ [illegible] بیا نہین دوسرون کا تابع ہون بجز مقدار قلیل کے کہ [illegible] کسی کلام محتمل کے باب مین کسی قسم کی دلیل سے [illegible] ہے یا لفظ مشکل کے واضح کرنے یا ایک قول کو دوسرے [illegible] ترجیح دینے مین حیطہ تحریر مین آئی۔ اور شرح السنہ [illegible] اسبا مین جسمین وہ دعائین ہین جنسے نماز شروع کیجاتی [illegible] اول انی وجہت الخ اور سبحانک اللہم الخ ذکر کیا اور [illegible] کہ حدیث مین نماز کے شروع مین ان کے سوا اور ذکر بھی [illegible] ہین اور یہ کیئی طرح کا ذکر مباح اختلاف کی قسم [illegible] ہے جونسے ذکر سے نمازی نماز شروع کریگا جائز ہوگا اور اس باب مین جسکا عنوان یہ حدیث ہے کہ عورت [illegible] بدون محرم کے ساتھ لیئے سفر نہ کرے کہا ہے کہ یہ حدیث [illegible] اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ عورت کو حج کرنا لازم نہین [illegible] اس صورت مین کہ اس کو کوئی مرد محرم ایسا میسر نہو [illegible] عورت مذکورہ کے ہمراہ جاوے اور نخعی اور حسن بصری کا [illegible] یہ قول ہی اور ثوری احمد و اسحق اور صحاب رائے بھی اسکے قائل [illegible]

[illegible] الى انه يلزمها الخروج مع النساء وهو قول مالك والشافعي [illegible] الاول بظاهر الحديث قال [illegible] ل حديث بروع بنت [illegible] قال الشافعي رحمة الله عليه [illegible] لم يثبت حديث بروع بنت [illegible] فلا حجة فى قول احد [illegible] النبي صلى الله عليه واله وسلم [illegible] عن معقل بن يسار ومرة [illegible] عن معقل بن سنان ومرة [illegible] بعض اشجع وان لم يثبت فلا [illegible] لها الميراث انتهى [illegible] الحاكم بعد حكاية قول الشافعي [illegible] حديث بروع بنت واشق [illegible] بعض مشائخه قال لو [illegible] الشافعي لقمت على رؤس اصحابه [illegible] الحديث فقل به انتهى [illegible] الحاكم وهكذا توقف [illegible] فى حديث بريدة الاسلمي [illegible] اوقات الصلوة [illegible] الحديث عند مسلم [illegible] جماعات من المحدثين [illegible] كذا فى المعتصر

اور کچھ علما اس طرف گئے ہین کہ اس عورت کو عورتون کے ساتھ سفر کرنا حج کے لیئے لازم ہی اور امام مالک اور شافعی رح کا یہی قول ہی اور قول اول اولی ہی بوجہ موافقت ظاہر حدیث کے۔ نیز بغوی نے حدیث بروع بنت واشق کے بارہ مین ذکر کیا کہ امام شافعی رح نے کہا ہی کہ اگر حدیث بروع بنت واشق کی ثابت ہی تو کسی کے قول مین بجز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حجت نہین اس حدیث کی سند مین اضطراب ہی کہ راوی کبھی کہتا ہی معقل بن یسار سے اور کبھی معقل بن سنان سے اور کبھی بعض اشجع سے اور اگر حدیث مذکور ثابت نہین تو ایسی عورت کو مہر نملیگا ترکہ شوہر سے میراث پاویگی بغوی کا قول تمام ہوا۔

اور حاکم نے اول قول امام شافعی رح نقل کیا کہ اگر حدیث بروع بنت واشق کی صحیح ہو تو مین اسکا قائل ہو جاؤن اسکے بعد کہا کہ میرے بعض اساتذہ نے کہا تھا کہ اگر مین امام شافعی کے پاس ہوتا تو انکے شاگردونکے مجمع کے سامنے کھڑا ہو کر انسے کہتا کہ حدیث بروع کی صحیح ہو چکی اب اس کے قائل ہوجیے حاکم کا قول ختم ہوا۔ اور اسی طرح امام شافعی نے بریدہ اسلمی کی حدیث مین توقف کیا جو نماز کے اوقات کے بارہ مین ہی اور حدیث مذکور مسلم کے نزدیک صحیح ٹھہری اسلیئے بہت سی محدثین کی جماعتون نے توقف سے رجوع کیا۔ اور اسیطرح کسم کے رنگے ہو

استدرك البيهقي على الشافعي بحديث عبد الله بن عمرو واستدرك الغزالي على الشافعي في مسئلة نجاسة الماء اذا كان دون القلتين في كلام كثير مذكور في الاحياء واستدرك النووي وجه ان بيع المعاطاة جائز على خلاف نص الشافعي واستدرك الزمخشري على ابي حنيفة في بعض المسائل منها ما قال في اية التيمم من سورة المائدة قال الزجاج الصعيد وجه الارض ترابا كان او غيره وان كان صخرا لا تراب عليه فلو ضرب المتيمم يده عليه ومسح لكان ذلك طهوره وهو مذهب ابي حنيفة فان قلت فما تصنع بقوله تعالى في سورة المائدة فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه اي بعضه وهذا لا يتاتى في الصخر الذي لا تراب عليه قلت قالوا ان من لابتداء الغاية فان قلت قولهم انها لابتداء الغاية قول متعسف ولا يفهم من قول العرب مسحت برأسي من الدهن ومن التراب ومن الماء الا معنى التبعيض قلت هو كما تقول

بیہقی نے امام شافعی پر عبد اللہ بن عمرو رض کی حدیث سے اعتراض کیا ہی اور امام غزالی نے امام شافعی پر پانی کی ناپاکی کے مسئلہ میں جبکہ قلتین سے کم ہو ایک بڑی تقریر میں اعتراض کیا ہی وہ تقریر احیاء العلوم میں مذکور ہی - اور نووی نے اس مسئلہ کی دلیل لکھی کہ بیع معاطاۃ یعنی بدون ایجاب و قبول زبانی کے قیمت بائع کو دینا اور اس سے چیز لے لینا جائز ہی باوجودیکہ یہ جواز تصریح امام شافعی کے خلاف ہی - اور زمخشری نے امام ابو حنیفہ پر بعض مسائل میں اعتراض کیا ہی انہین سے ایک یہ ذکر کیا ہی کہ سورۂ مائدہ کی آیت تیمم کی تفسیر مین زجاج نے کہا ہی کہ صعید سے غرض سطح زمین ہی خواہ خاک ہو یا دوسری چیز اگرچہ پتھر ہو جس پر خاک نہو تو اگر تیمم کنندہ پتھر پر ہاتھ مار کر موںھ اور ہاتھوں پر مسح کریگا تو یہ مسح اسکا پاک کنندہ یعنی تیمم ہو جائیگا اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے پس اگر تم اُنسے یوں کہو کہ آیہ سورۂ مائدہ مین تو فامسحوا بوجوہکم وایدیکم منہ ہے اور منہ سے غرض یہ ہے کہ کچھ اسمین سے تو یہاں کیا کروگے کیونکہ یہ صورت اُس پتھر مین جسپر خاک نہو بن نہین پڑتی تو ہم یہ جواب دینگے کہ علما نے کہا ہی کہ من بمعنی بعض نہین بلکہ ابتداء غایت کیلیئے ہی اب اگر یہ کہو کہ علما کا من کو ابتداء غایت کے لیے کہنا ضعیف قول ہی عرب کے ایسے محاورہ کہ مثلاً بولین مسحت برأسی من الدہن ومن التراب ومن الماء یہی معنی سمجھ مین آتے ہین کہ مین نے اپنے سر مین ان اشیا مین سے کچھ لیا یعنی من بمعنی بعض سمجھا جاتا ہی تو ہم کہینگے کہ جیسا تم کہتے ہو

والاذعان للحق احق من المراء انتهى كلام الزمخشري وهذا الجنس من مواخذات العلماء على ائمتهم لاسيما مواخذات المحدثين اكثر من ان يحصى وقد حكى لي شيخي الشيخ ابو طاهر الشافعي عن شيخه الشيخ حسن العجيمي الحنفي انه كان يامرنا ان لا نشدد على نسائنا في النجاسة القليلة لما كان الحرج الشديد ويامرنا ان ناخذ في ذلك بمذهب ابي حنيفة في العفو عما دون الدرهم وكان شيخنا ابو طاهر يرتضي هذا القول وينقل به في الانوار انما يحصل اهلية الاجتهاد بان يعلم امورا الاول كتاب الله تعالى ولا يشترط العلم بجميعه بل بما يتعلق بالاحكام ولا يشترط حفظه بظهر القلب الثاني سنة رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ما يتعلق بالاحكام لا جميعها ويشترط ان يعرف منهما الخاص والعام والمطلق والمقيد والمجمل والمبين والناسخ والمنسوخ ومن السنة المتواتر والاحاد والمرسل والمسند والمتصل والمنقطع وحال الرواة جرحا وتعديلا الثالث اقاويل علماء الصحابة فمن بعدهم

اور حق بات کو مان لینا جھگڑے کی نسبت بہتر ہی تمام ہوئی تقریر زمخشری کی - اور علما کی اس قسم کی گرفتین اپنے اماموں پر خصوصاً محدثوں کی گرفتین حد شمار سے زیادہ ہین - اور مجھسے میرے اُستاد علامہ ابو طاہر شافعی نے اپنے اُستاد شیخ حسن عجیمی حنفی سے نقل کی کہ وہ ہمکو فرماتے کہ ہم اپنی عورتون پر تھوڑیسی نجاست کے بارہ مین تشدد نہ کرین کیونکہ بڑی دقت ہوتی ہی اور ہمکو یہ بھی فرماتے کہ اس بارہ مین امام ابو حنیفہ کا مذہب اختیار کرین کہ نجاست درہم سے کمتر معاف ہی اور ہمارے اُستاد ابو طاہر شیخ حسن کے اس قول کو پسند کرتے تھے اور اسی پر عامل تھے انوار مین مذکور ہی کہ اجتہاد کی لیاقت کئی باتوں کے جاننے پر منحصر ہی - اول قرآن شریف کا جاننا اور سارے قرآن کا جاننا شرط نہین بلکہ جسقدر احکام سے متعلق ہے اور نہ یہ شرط ہے کہ لوگ زبان یاد کرلے دوسرے حدیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جو متعلق احکام ہی سب کا جاننا شرط نہین اور شرط ہی کہ دونوں یعنی قرآن اور حدیث کو خاص اور عام اور مطلق اور مقید اور مجمل اور مبین اور ناسخ اور منسوخ کو جانے اور حدیث کے اقسام متواتر اور آحاد اور مرسل اور مسند اور متصل اور منقطع سے اور نیز راویوں کے حالات سے بلحاظ مطعون اور صادق ہونے کے واقف ہو - تیسرے صحابہ اور اُن کے بعد کے علما کے اقوال کا

اجماعا واختلافا الرابع القياس جليه وخفيه وتمييز الصحيح من الفاسد الخامس لسان العرب لغة واعرابا ولا يشترط التبحر فی هذه العلوم بل يكفی معرفة جمل منها ولا حاجة ان يتتبع الاحاديث علی تفرقها بل يكفی ان يكون له اصل مصحح يجمع احاديث الاحكام كسنن الترمذی والنسائی وغيرهما كابی داؤد ولا يشترط ضبط جميع مواضع الاجماع والاختلاف بل يكفی ان يعرف فی المسئلة التی يقضی فيها ان قوله لا يخالف الاجماع بان يعلم انه وافق بعض المتقدمين او يغلب علی ظنه انه لم يتكلم الاولون فيها بل تولدت فی عصره وكذا معرفة الناسخ والمنسوخ وكل حديث اجمع السلف علی قبوله او تواترت اهلية رواته فلا حاجة الی البحث عن عدالة رواته وما عدا ذلك يبحث عن عدالة رواته واجتماع هذه العلوم انما اشترط فی المجتهد المطلق الذی يفتی فی جميع ابواب الشرع ويجوز ان يكون مجتهدا فی باب دون باب

اس اعتبار سے کہ کونسا قول اجماعی ہو اور کونسا اختلافی چوتھے قیاس ہے کہ اسکے ظاہر اور خفی کو جانے اور صحیح کو فاسد سے جدا کرنا پہچانے۔ پانچوین زبان عرب کا جاننا بلحاظ لغت اور ترکیب کے اور ان سب علوم مین نہایت درجہ کا ماہر ہونا شرط نہین بلکہ ان مین سے مقدار شایستہ کا جاننا کافی ہے اور نہ یہ حاجت ہو کہ سب احادیث متفرق کی جستجو کرے بلکہ اسکے پاس ایسی کتاب صحیح کا ہونا کافی ہو جو احکام کی حدیثون کو حاوی ہو مثلاً سنن ترمذی اور نسائی اور ان کے سوا جیسے ابو داؤد ہے۔ اور نہ یہ شرط ہو کہ اجماع اور اختلاف کی سب جگہون کو لکھے بلکہ یہ کافی ہے کہ جس مسئلہ مین حکم کرے اُس مین یہ جان لے کہ میرا قول اجماع کے مخالف نہین اسطرح پر کہ معلوم کرلے کہ میرا قول بعض متقدمین کے قول کے موافق پڑا یا اسکے گمان پر غالب ہو کہ پہلے لوگون نے اس مسئلہ مین کلام نہین کیا بلکہ یہ واقعہ میرے ہی زمانے مین پیدا ہوا ہے۔ اور اسیطرح ناسخ اور منسوخ کے جاننے کا حال ہو کہ سب کا ضبط کرنا شرط نہین۔ اور جس حدیث کے قبول کرلینے پر سلف نے اجماع کیا ہو اور اُس کے راویون کا عادل ہونا درجہ تواتر کو پہونچگیا ہو تو اُسکے راویون کی عدالت مین اب کرید کرنیکی حاجت نہین اور اس قسم کے سوا کی حدیث کے راویون کی عدالت تحقیق کیجائے۔ اور ان علوم پنجگانہ کا اجماع صرف ایسے مجتہد مطلق مین شرط ہے کہ شریعت کے تمام ابواب مین فتوی دے اور ہوسکتا ہو کہ کسی باب مین مجتہد ہو کسی مین نہو

ومن شرط الاجتهاد معرفة اصول الاعتقاد قال الغزالی ولا يشترط معرفته علی طرق المتكلمين بادلتها التی يحررونها ومن لا يقبل شهادته من المبتدعة لا يصح تقليده القضاء وكذا التقليد من لا يقول بالاجماع كالخوارج او باخبار الاحاد كالقدرية او بالقياس كالشيعة وفی الانوار ايضا ولا يشترط ان يكون المجتهد مذهب مدون واذا دونت المذاهب جاز للمقلد ان ينتقل من مذهب الی مذهب وقال عند الاصوليين ان عمل بمذهب فی حادثة فلا يجوز فيها ويجوز فی غيرها وان لم يعمل جاز فيها وفی غيرها ولو قلد مجتهدا فی مسائل وآخر فی مسائل جاز وعنده الاصوليين لا يجوز ولو اختار من كل مذهب الاهون قال ابو اسحاق يفسق وقال ابن ابی هريرة لا ورجحه فی بعض الشروح وفی الانوار

اور ایک شرط اجتہاد اصول اعتقاد کا جاننا ہے امام غزالی نے کہا کہ اعتقاد کا جاننا متکلمون کے طور پر شرط نہین کہ ہر ایک عقیدہ کی دلیل لکھتے ہین۔ اور بدعتیون مین سے ایسے شخص کو قاضی کرنا درست نہین جسکی گواہی مقبول نہو اور علی ہذا القیاس ایسے کو قاضی کرنا جو اجماع کا قائل نہو جیسے فرقہ خارجیون کا یا آحاد حدیثون کا قائل نہو جیسے فرقہ قدریہ یا قیاس کا منکر ہو جیسے رفضی ہین۔ اور نیز انوار مین ہو کہ یہ شرط نہین کہ مجتہد کا کوئی مذہب قلم بند ہو اور جب مذاہب لکھے گئے تو مقلد کو جائز ہو کہ ایک مذہب سے دوسرے کیطرف چلا جاے اور اصولیون کے نزدیک کسی معاملہ مین اگر ایک مذہب کے بموجب عمل کرچکا ہی تو اس معاملہ مین انتقال دوسرے مذہب کیطرف جائز نہین اسکے سوا دوسرے معاملہ مین درست ہے اور اگر اول مذہب کے بموجب اُس معاملہ مین عمل نہین کیا تو اسمین اور دوسرے معاملہ مین دونون مین انتقال جائز ہے اور اگر چند مسائل مین ایک امام کی تقلید کی اور چند دوسرون مین دوسرے امام کی تو درست ہے اور اصولیون کے نزدیک درست نہین۔ اور اگر ہر مذہب مین سے زیادہ آسان اختیار کیا تو ابو اسحٰق کہتے ہین کہ ایسا شخص فاسق ہوجاتا ہے اور ابن ابی ہریرہ نے کہا کہ فاسق نہین ہوتا اور بعض شرحون نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ بھی انوار مین ہے

ايضًا المنتسبون الى مذهب الشافعي و ابي حنيفة ومالك رح واحمد رح اصنافًا احدها العوام وتقليدهم للشافعي متفرع على تقليده المنتسب الثاني البالغون الى رتبة الاجتهاد والمجتهد لايقلد مجتهدًا وانما ينتسبون اليه لجريهم على طريقته فى الاجتهاد واستعمال الادلة وترتيب بعضها على بعض الثالث المتوسطون وهم الذين لم يبلغوا رتبة الاجتهاد لكنهم وقفوا على اصول الامام وتمكنوا من قياس مالم يجدوه منصوصًا على ما نصت عليه وهؤلاء مقلدون له وكذا من يأخذ بقولهم من العوام والمشهور انهم لا يقلدون فى انفسهم لانهم مقلدون وقال ابو الفتح الهروي وهو من تلامذة الامام مذهب عامة الاصحاب فى الاصول ان العامي لامذهب له فان وجد مجتهدًا تبعه وان لم يجده ووجد متبحرًا فى مذهب قلده فانه يفتيه على مذهب نفسه وهذا التصريح بانه يقلد المتبحر فى نفسه

جو لوگ منسوب ہین امام شافعی اور ابوحنیفہ اور امام مالک اور امام احمد کے مذہب کی طرف وہ چند قسم ہین اول عوام اور انکا تقلید کرنا امام شافعی کے کسی مجتہد منتسب کی تقلید کرنیسے پیدا ہوتا ہے دوسرے وہ لوگ جو اجتہاد کے رتبہ کو پہونچے ہوے ہین اور مجتہد دوسرے مجتہد کی تقلید نہین کرتا تو ایسے لوگ امام شافعی کے منسوب کہلاتے ہین صرف اسوجہ کہ امام شافعی کے طریقہ پر اجتہاد کرنے اور دلیلون کے استعمال مین لانے اور دلیلون کو بعض پر مرتب کرنے مین انکے قدم بقدم ہین۔ قسم سوم بیچ کے درجہ کے لوگ کہ درجہ اجتہاد کو نہین پہونچے لیکن امام کے قواعد سے واقف ہین اور اس بات پر قادر ہین کہ جس مسئلہ مین حکم صریح نہ پاوین اسکو اُس مسئلہ پر قیاس کر لین جس مین امام نے صریح کیا ہے تو یہ لوگ امام کے مقلد ہین اور اسی طرح عوام مین سے وہ لوگ جو اُن کے قول پر عمل کرین اور مشہور یہ ہے کہ ایسے لوگون کی بذات خود تقلید نہین کیجاتی کیونکہ وہ خود مقلد ہین۔ اور ابو الفتح ہروی نے جو امام کے تلامذہ مین سے ہے کہا ہے کہ اکثر ہمارے اصحاب کا مذہب اصول مین یہ ہے کہ عامی کو کوئی مذہب نہین اگر کسی مجتہد کو پاوے تو اُسکی تقلید کرے اور اگر مجتہد نہ پاوے اور کوئی عالم زبردست مذہب مین ملے تو اسکی تقلید کرے کیونکہ وہ اسکو اپنے خود کے مذہب پر فتوی دیگا یہ تصریح بتاتی ہے کہ عالم نہایت ماہر کی تقلید کیجاتی ہے

والمرجح عند الفقهاء ان العامي المنتسب الى مذهب له مذهب ولا يجوز له مخالفته ولو لم يكن منتسبا الى مذهب فهل يجوز ان يتخير فيقلد اى مذهب شاء فيه خلاف مبنى على انه يلزمه التقليد بمذهب معين ام لا فيه وجهان قال النووي والذى يقتضيه الدليل انه لا يلزمه بل يستفتي من شاء ومن اتفق لكن من غير تلقط للرخص فى كتاب آداب القاضي من فتح القدير واعلم ان ما ذكر المصنف فى القاضي ذكر فى المفتي فلا يفتي الا المجتهدون وقد استقر رأى الاصوليين على ان المفتي هو المجتهد فاما غير المجتهد ممن يحفظ اقوال المجتهد فليس بمفتي والواجب عليه اذا سئل ان يذكر قول المجتهد على طريق الحكاية كابي حنيفة على جهة الحكاية فعرف ان ما يكون فى زماننا من فتوى الموجودين ليس بفتوى بل هو نقل كلام المفتي

اور قول راجح فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ جو عامی کسی مذہب کیطرف منسوب ہو اسکا مذہب وہی ہوتا ہے اور اسکو مخالفت کرنی اُس مذہب کی جائز نہیں اور اگر عامی کسی مذہب کیطرف منسوب نہو تو یہان یہ سوال ہے کہ اسکو جائز ہے یا نہین کہ جس مذہب کو چاہے پسند کرکے اُسکی تقلید کرے اِس سوال کے جواب مین خلاف اس بنا پر ہے کہ عامی کے ذمہ تقلید مذہب معین کی لازم ہے یا نہیں اس باب مین دو صورتین ہین نووی نے کہا ہے کہ دلیل تو اسبات کو چاہتی ہے کہ اسکے ذمہ لازم نہین بلکہ جس سے چاہے اور جو ملے فتوی پوچھ لے بدون اسکے کہ رخصتین چھانٹے۔ اور فتح القدیر کی کتاب آداب القاضی مین ہے کہ معلوم کرنا چاہیے کہ مصنف نے جو امور قاضی کے حق مین بیان کیے وہی مفتی کے بارہ مین ذکر کیے اس سے یہ نکلا کہ مجتہدون کے سوا کوئی فتوی نہ دے اور اصولیون کی رائے اس بات پر جمگئی ہے کہ مفتی مجتہد ہی ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص مجتہد نہو اور مجتہد کے اقوال یاد کر لے تو وہ مفتی نہوگا اور جب اس سے سوال پوچھا جائے تو اسپر واجب ہے کہ جواب مین مجتہد کا قول بطور حکایت ذکر کرے جیسے ابو حنیفہ کا قول مثلا بیان کردے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو فتوی ہمارے زمانہ کے موجود علما کا ہوتا ہے وہ فتوی واقعی نہین بلکہ مفتی مجتہد کے کلام کی نقل ہے

ليأخذ به المستفتي طريق نقله
كذلك عن المجتهد احد امرين
اما ان يكون له سند فيه اليه
او يأخذ من كتاب معروف
تداولته الايدي نحو كتب محمد بن
الحسن ونحوها من التصانيف
المشهورة للمجتهدين لانه بمنزلة
الخبر المتواتر عنهم او المشهور هكذا
ذكر الرازي فعلى هذا لو وجد
بعض نسخ النوادر في زماننا لا يحل
عزو ما فيها الى محمد ولا الى ابي يوسف
لانها لم تشتهر في عصرنا في ديارنا ولم
تتداول نعم اذا وجد النقل عن النوادر
مثلا في كتاب مشهور معروف
كالهداية والمبسوط كان ذلك تعويلا على
ذلك الكتاب فلو كان حافظا للاقاويل
المختلفة للمجتهدين ولا يعرف الحجة
ولا قدرة له على الاجتهاد للترجيح
لا يقطع بقول منها ولا يفتي به بل يحكيها
للمستفتي فيختار المستفتي ما يقع
في قلبه انه الاصوب ذكره
في بعض الجوامع وعندي انه
لا يجب عليه حكاية كلها

تاکہ فتوی دریافت کرنیوالا اُس کے بموجب عمل کرے۔
اور فتوی دہندہ کو مجتہد کے قول سے ہمیشہ نقل کرنے کا
طور دو باتون میں سے ایک ہوتی ہے یا تو مفتی کے پاس
کوئی سند مجتہد تک اس بارہ مین ہوتی ہے یا اُس قول کو
کسی کتاب مشہور سے کہ ان مین رائج ہے نقل کرتا ہے مثلاً
کتابین امام محمد بن الحسن کی اور اُن کے سوا اور مجتہدون کی
ویسی ہی مشہور ہین کہ یہ کتابین اُن لوگون سے بجائے
خبر متواتر یا مشہور کے ہین ایسا ہی ذکر کیا ہے راوی نے
پس اس بنا پر اگر کوئی نسخہ نوادر کا ہمارے زمانہ مین ملجاوے
تو اس کے بعض مسائل کو امام محمد یا امام ابو یوسف کیطرف منسوب
کرنا حلال نہ ہوگا کیونکہ وہ کتاب ہمارے زمانہ مین ہمارے
شہرون مین مشہور ہوئی اور نہ ہمارے ہاتھون پڑی ہان
اگر کوئی مسئلہ کتاب نوادر کا کسی کتاب مشہور اور مروج مین
منقول ہے مثلاً ہدایہ اور مبسوط مین مذکور ہو تو اس صورت
مین کتاب مذکور پر اعتماد ہوگا۔ اگر فتوی دہندہ
مجتہدون کے اقوال مختلف مسائل مین یاد رکھتا ہو اور
حجت کسی قول کی نہین جانتا اور نہ اجتہاد پر قادر ہو
کہ کسی قول کو ترجیح دے تو اس صورت مین کسی قول پر
یقین نہ کرے اور کسی کے بموجب فتوی دے بلکہ سب
اقوال کو فتوی خواہندہ کے پاس نقل کر دے کہ وہ اُن مین
سے ایسا قول اختیار کرے جو اُسکے دل مین صواب تر معلوم
ہو اسکو بعض اُن کتابون مین ذکر کیا ہے۔ اور میرے
نزدیک سب اقوال کا نقل کرنا واجب نہین

بل يكفيه ان يحكي قولا منها فان
المقلد له ان يقلد اي مجتهد شاء
فاذا ذكر احدهم فقلده حصل
المقصود نعم لا يقطع عليه فيقول
جواب مسئلتك كذا بل يقول
قال ابو حنيفة حكم هذا كذا
نعم لو حكى الكل فالاخذ بما يقع
في قلبه انه اصوب اولى
والعامي لا عبرة بما يقع في
قلبه من صواب الحكم
وخطائه وعلى هذا استفتى فقيهين
اعني مجتهدين فاختلفا عليه
الاولى ان يأخذ بقول من
يميل اليه قلبه منهما وعندي
انه لو اخذ بقول الذي
لا يميل اليه جاز لان
ميله وعدمه سواء
والواجب عليه تقليد
مجتهد وقد فعل اصاب
ذلك المجتهد او اخطأ
قالوا المنتقل من مذهب الى مذهب
باجتهاد وبرهان آثم يستوجب التعزير
فبلا اجتهاد وبرهان

بلکہ اُسکو کافی ہے کہ صرف ایک قول کو سب اقوال
مین سے نقل کر دے اور مقلد فتوی خواہندہ کو
اختیار ہے کہ جس مجتہد کی چاہے تقلید کرے تو جب
فتوی دہندہ ایک مجتہد کا ذکر کریگا اور فتوی خواہندہ
اُسکی تقلید کریگا تو مطلب حاصل ہو جائیگا ہان ایک
قول کو قطعی طور پر فتوی خواہندہ کے سامنے نہ کہے
کہ تیرے سوال کا جواب قطعا یہ ہے بلکہ یون کہے کہ
مثلاً امام ابو حنیفہ نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کا حکم یہ ہے
البتہ جس صورت مین کہ سب اقوال کو نقل کر دے تو
فتوی خواہندہ کو اُسی قول پر عمل کرنا بہتر ہے جو اُسکے
دل مین زیادہ صواب معلوم ہو اور عامی کا کچھ اعتبار
نہین کہ اُسکے دل مین حکم کا صواب ہونا اور خطا ہونا
برابر ہے اور اس بنا پر اگر عامی نے دو عالمون یعنی
مجتہدون سے فتوی پوچھا اور دونون نے جواب مختلف
دیا تو بہتر یہ ہے کہ عامی مذکور اُس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف دونون مین سے اُسکا دل میل کرے
اور میرے نزدیک اگر عامی اُس شخص کا قول اختیار
کرے جسکی طرف اُسکا دل مائل نہین تب بھی جائز ہے
کیونکہ عامی کے دل کا مائل ہونا اور نہ ہونا یکسان ہے
اُسپر تو مجتہد کی تقلید واجب ہے وہ کر چکا وہ مجتہد صواب
پر ہو یا خطا پر۔ اور فقہا نے کہا ہے کہ ایک مذہب سے
دوسرے مین جانیوالا اجتہاد اور دلیل کے ساتھ
گناہ گار ہے اور قابل سزا اور اجتہاد اور دلیل کے بغیر

اولى ولا بد ان يراد بهذا
الاجتهاد معنى التحري وتحكيم
القلب لان العامي ليس له اجتهاد
ثم حقيقة الانتقال انما يتحقق
في حكم مسئلة خاصة
قلد فيه وعمل به والا
فقوله قلدت ابا حنيفة
فيما افتى به من المسائل مثلا
والتزمت العمل به على الاجمال
وهو لا يعرف صورها ليس حقيقة
التقليد بل هذا حقيقة تعليق
التقليد او وعد به كانه التزم
ان يعمل بقول ابي حنيفة فيما يقع له من
المسائل التي تتعين في الوقائع فان
ارادوا هذا الالتزام فلا دليل
على وجوب اتباع المجتهد المعين
بالزامه نفسه ذلك قولا او نية
شرعا بل الدليل اقتضى العمل بقول
المجتهد فيما احتاج اليه
بقوله تعالى فاسئلوا اهل الذكر
ان كنتم لا تعلمون والسوال انما
يتحقق عند طلب حكم الحادثة المعينة
وحينئذ اذا ثبت عنده قول المجتهد

جانبو الا بطریق اولے گناہ گار ہوگا — اور ضرور ہے کہ اس
اجتہاد سے اٹکل اور دل کی پختگی مراد لیجاوے کیونکہ
عامی تو اجتہاد رکھتا ہی نہیں — پھر یہ انتقال مذہب
موجب گناہ و تعزیر واقع میں صرف اُس مسئلہ خاص کے
حکم میں ثابت ہوتا ہے جسمین تقلید کرکے اُس حکم پر عمل کرلیا
ہو ورنہ مقلد کا یون کہنا کہ مین نے مثلاً امام ابو حنیفہ کی
تقلید اُن مسائل مین کرلی جنمین اُنھون نے فتوی دیا ہے
اور اُن کے فتوی کے بموجب عمل کرنا اپنے ذمہ مجمل طور پر
لازم کرلیا حالانکہ مسائل کی صورتین اُس کو معلوم نہین
واقع مین تقلید نہین بلکہ یہ قول زبانی حقیقت مین
تقلید کو مشروط کرنا یا تقلید کا وعدہ کرنا ہے گویا
اُس نے اس بات کا التزام کرلیا کہ جو مسائل معین
واقعات مین مجکو پیش آوین گے اُن مین امام ابو حنیفہ
کے قول پر عمل کرونگا — تو اگر فقہا نے لزوم مذاہب
معین سے یہی التزام مراد لیا ہے تو ایک مجتہد معین
کے اتباع کے واجب ہونے پر کوئی دلیل نہین جس
سے زبانی یا نیت مین شرعاً اس اتباع کو مقلد اپنے
ذمہ لازم کرلے بلکہ دلیل اور مجتہد کے قول پر عمل کرنے
کا موجب اُن مسائل مین کہ آدمی کو حاجت پڑے
یہ ارشاد خداوندی ہے فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم
لا تعلمون — اور سوال جبھی ہوگا کہ کبھی معین
واقعہ مین حکم کی ضرورت ہو اور اس صورت مین
جب جو بندہ کے نزدیک مجتہد کا قول ثابت ہوگا

وجب عمله به والغالب ان مثل هذه
الالزامات منهم لكف الناس عن
تتبع الرخص والا اخذ العامي في كل
مسئلة بقول مجتهد اخف عليه وانا لا
ادري ما يمنع هذا من النقل والعقل فكون
الانسان متتبع ما هو اخف على نفسه من
قول مجتهد يسوغ له الاجتهاد ما علمت
من الشرع ذمه عليه وكان
صلى الله عليه وسلم يحب ما خفف عن
امته والله سبحانه اعلم بالصواب
انتهى وهذا اخر ما اردنا ايراده
في هذه الرسالة والحمد لله اولا وآخرا
تمت

تو اُسکے بموجب عمل کرنا اُسپر واجب ہوگا — اور غالب یہ ہو کہ
اُن سبی لازم کرنیکی چیزین فقہا کیطرف سے اس غرض سے ہوئین کہ لوگ
رخصتونکی جستجو نہ کرین نہین تو نرے عامی کے حق مین ہر مسئلہ مین
کسی مجتہد کے قول پر عمل کرلینا اُسپر بہت سہل ہو اور ہمکو معلوم نہین
کہ دلیل نقلی یا عقلی مین سے اس امر کا کون مانع ہو یعنی اگر انسان کسی
مجتہد کے جس کو اجتہاد جائز ہو ایسے قول کی جستجو کرے کہ
اُس کے نفس پر سہل تر ہو تو ہمکو معلوم نہین کہ شرع نے
اس امر پر اُسکی برائی کی ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کا دستور تھا کہ جو باتین آپکی اُمت پر سہولت کی ہون
اُنہین کو دوست رکھتے تھے اور امر صواب کو خدای پاک زیادہ
جانتا ہے تمام ہوا کلام فتح القدیر کا — اور یہ آخر ہے اُس مضمون کا جس کو
ہم نے اس رسالہ مین بیان کرنا چاہا اور خدا ہی کو سب تعریفین زیبا
ہین ابتدا مین اور انتہا مین — تمت

خاتمة الطبع

خدا کے فضل و احسان سے یہ کتاب نادر الوجود یعنی عقد الجید فی احکام
الاجتہاد والتقلید معہ ترجمہ اُردو الموسوم بہ سلک مروارید نہایت
خوبی کے ساتھ مطبع مجتبائی دہلی مین حسب الارشاد
محمد عبد الاحد کے اہتمام سے چھپکر
مقبول طبائع خاص و عام
ہوئی

کاپی رائٹ اس کتاب کا بذریعہ رجسٹری باضابطہ محفوظ ہے
العبد محمد عبد الاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین

یہ کتاب حضرۃ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تالیف سے ہے

اس مین خلفائے راشدین کے فضائل اور محامد اور حالات نہایت

شرح و بسط سے لکھے گئے ہین یہ کتاب اپنے اوصاف مین بیمثل ہے

آجتک یہ کتاب مثل عنقا ناپیدا و مانند ہما کمیاب تھی مطبع نے بڑی جستجو

اور تلاش سے حاصل کی اور مولانا محمد احسن صاحب مدظلہ سے تحشیہ

کراکر نہایت صحت کے ساتھہ پاکیزہ کاغذ پر چھاپا جو شائقین اس گوہر

بے بہا اور در یتیم کو نقد جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے تشریف لائین

اور دامن مقصود کو گلہائے مراد سے بھرین ؛

الحمد

محمد عبد الاحد مالک و مہتمم مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۳ھ